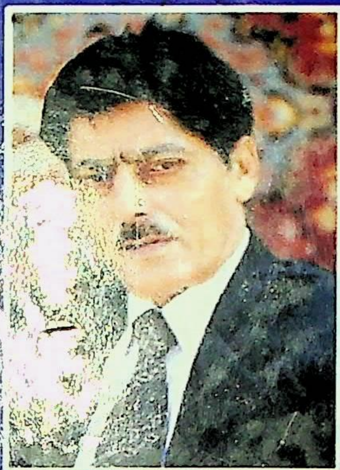


Salam Din Ka Houseboat

By
Deepak Kanwal

ISBN-978-93-80691-70-1

Meezan Publishers & Distributors
Opp. Fire & Emergency Services HQRS Batamaloo
Srinagar-190009 Kashmir
Ph.2470851 \ Fax 0194-2457215 \ Cell: 9419002212 / 8494002212
Email: meezanpublishers@gmail.com \ @radiffmail.com

سلام الدین کا ہاؤس بوٹ

(ناول)

دیپک کنول

میزان پبلشرز



سلام الدین کا ہاوس بوٹ

(ناول)

مصنف

دیپک کنول

میزان پبلشرز

بٹہ مالو سرینگر

نام کتاب	:	سلام الدین کا ہاوس بوٹ
کیفیت	:	ناول
مصنف	:	دیپک کنول
زیرِ اہتمام	:	عادل بشیر
سال اشاعت	:	۲۰۱۳ء
قیمت	:	دوسو روپیہ
کمپیوٹر کمپوزنگ	:	عادل بشیر

Title : ***Salam Din ka houseboat***
Author : **Deepak kanwal**

کتاب جموں کشمیر اکادمی آف آرٹ کلچر اینڈ لنگویجز کے مالی تعاون سے
شائع ہوئی ہے کتاب کے متن سے اکادمی کا کوئی تعلق نہیں ہے

(اس مجموعے میں شائع ہونے والے سبھی کردار اور واقعات فرضی ہیں۔ کسی بھی شخص سے ان
کی مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کے لئے ناشر یا مصنف ذمہ دار نہیں ہوگا)   پبلشر



رات بھر بارش یوں رم جھم برستی رہی، جیسے کسی فرقت زدہ، محبوب حسینہ کی کجراری آنکھوں سے اشکوں کے آبدار موتی چھم چھم کرکے گر رہے ہوں۔

افق پر کوندتی ہوئی بجلیاں گھٹا ٹوپ اندھیرے کا سینہ چاک کیے جا رہی تھیں۔ بجلیوں کے کڑکتے ہی بادل یوں گرجنے لگتے تھے جیسے کسی دل جلے توپچی نے اپنی بے رحم توپ کا منہ کھول دیا ہو۔ بادلوں کی اس گھن گرج سے دھرتی دہل کے رہ جاتی تھی۔ آسمان کی بالا دریوں میں کبھی جنگ کا سا سماں پیدا ہو رہا تھا تو کبھی موت کا سناٹا چھا جاتا تھا۔ موسم کی یہ متلون مزاجی زمستان کی اس آخری شب کی بدحواسی کو بیان کر رہی تھی۔

صبح جب بادل ہٹے اور سورج کی پہلی کرن نے وادی کے رخساروں کو چوما تو جھیل ڈل کا چہرہ یوں ابھر کے آیا جیسے کسی نئی نویلی دولہن نے اپنے چہرے سے گھونگٹ ہٹا لیا ہو۔ ہر سو ایک نئی تازگی اور دلکشی نظر آ رہی تھی۔

اپریل کا مہینہ شروع ہو چکا تھا۔ بید اور سفیدے کے درختوں کی ہری ہری ٹہنیوں سے ننھی ننھی کونپلیں اپنی نیم وا آنکھوں سے یوں جھانک رہی تھیں جیسے وہ ابھی ابھی کوکھ سے باہر آ گئی ہوں۔ ہوا کے لطیف جھونکے بہار کے نقیب بن کر جونہی وادی میں دستک دینے لگتے ہیں تو ایک تخلیقی عمل شروع ہوتا ہے۔ اس تخلیق کا اصل محرک بہار کے وہ خوشگوار جھونکے ہوتے ہیں جو ہر شے میں نئے بیج بوتے ہیں، اور دیکھتے ہی دیکھتے ہر کوکھ سے نئی کونپلیں جنم لینے لگتی ہیں۔

آج بھی ویسا ہی ہو رہا تھا۔ نیلے آسمان کا کانچ جس پر کئی ہفتوں سے کالے مٹیالے بادل کائی کی طرح جمے ہوئے تھے آج شفاف اور چمکیلا دکھائی دے رہا تھا۔ ڈل کے منجمد پانیوں میں موجیں ہلکورے لینے لگی تھیں۔ آراستہ و پیراستہ سوگ میں ڈوبے ہاؤس بوٹ آج یوں بانہیں پھیلائے نظر آ رہے تھے جیسے کسی کو سینے سے لگانے کے لیے بے تاب ہوں۔ سالوں سے بند

پڑے موٹر لاونچ کے زنگ آلودہ انجن بدمست ہاتھیوں کی طرح چیختے چنگھاڑنے لگے تھے۔ یہ موٹر لاونچ جونہی پانی پر دوڑنے لگے تو ڈل میں ایسا تلاطم اٹھا جیسے بہت بڑا طوفان آ گیا ہو۔ لہریں بے قابو ہونے لگیں۔ جھیل ڈل کے گرد بنے باندھ پر پانی کے تھپیڑے ایسے پڑنے لگے جیسے کوئی اناڑی سازندہ اپنے سازوں کو جانچ رہا ہو...... نہرو پارک کے گھاٹ پر کھڑی کشتیوں کا تو حال، بے حال تھا۔ پانی کی اچھالیں انہیں جھنجوڑ جھنجوڑ کے بے دم کر چکی تھیں۔

موسم کے ساتھ ساتھ ماحول میں بھی بدلاؤ نظر آ رہا تھا۔ بلوارڈ روڈ پر کئی فرنگی اور دیسی جوڑے بڑے چاؤ سے گھوم رہے تھے۔ کئی دیسی اور بدیسی ٹورسٹ ٹیکسیوں سے اتر کر ہاؤس بوٹوں کی طرف جا رہے تھے۔ پہلے کی طرح شکارے والوں میں سواری کو لے کر چھینا جھپٹی جاری تھی۔

نہرو پارک کے گھاٹ پر سُولہ ککرو سویرے سے ہی کسی بھوکے شیر کی طرح گھات لگائے بیٹھا تھا۔ اچانک ایک ٹیکسی اس سے تھوڑی دور جا کے رکی اور اس میں سے سلام دین ایک ٹورسٹ کو لے کر اترا۔ سلام دین کو دیکھ کر جیسے سُولہ ککرو کی دِلی مراد بر آئی۔ وہ ٹورسٹ کی طرف سرعت سے لپکا اور اس کا سر تا پا جائزہ لینے لگا۔ سلام دین سُولہ ککرو کی موجودگی سے بے خبر ٹیکسی کا بل چکانے میں مصروف تھا۔

سُولہ ککرو کا اصلی نام محمد سلطان تھا، پر وہ سولہ ککرو کے نام سے مشہور تھا۔ رشتے میں وہ سلام دین کا پھوپھا لگتا تھا۔ سلام دین جتنا بھولا بھالا، نیک اور ایماندار تھا، سولہ ککرو اتنا ہی بدنیت، بدمزاج اور جل ککڑ تھا۔ سلام دین کی اپنی ایک چھوٹی سی دنیا تھی۔ اس کا چھوٹا بھائی غلاما اور سب سے چھوٹی بہن سلمہ اس کی کل کائنات تھی جنہیں وہ اپنی جان سے بھی زیادہ پیار کرتا تھا۔ وہ اپنی اسی چھوٹی سی دنیا میں خوش تھا، پر اس کے پھوپھا سے ان کی خوشی دیکھی نہیں جاتی تھی۔ وہ کہتے ہیں نا جو انسان دوسروں کی خوشیوں سے جلتا ہے وہ خود بھی سکھی نہیں رہتا، ٹھیک یہی حال سولہ ککرو کا تھا۔ کہنے کو دو دو جوان بیٹے تھے۔ بڑے کا نام امین اور چھوٹے کا نام فاروق تھا۔ دونوں ایک نمبر کے آوارہ، بدچلن اور چرسی تھے۔ کام دام کچھ کرتے نہیں تھے، بس دن رات ماں باپ کی چھاتی پر مونگ دلتے رہتے تھے۔ باپ جھوٹ سچ بول کر ادھر ادھر سے جو کچھ کما کر لاتا تھا وہ یہ دونوں اپنی عیاشی میں اڑا دیتے تھے۔ بے چارہ سولہ ککرو سر پیٹ کے رہ جاتا تھا۔

سلام دین جونہی ٹیکسی کا بل ادا کر کے مڑا تو سامنے سولہ ککرو کو کھڑا پایا۔

''سلام علیکم پھوپھا۔''

''وعلیکم.....'' سُولہ لگرو نے قدرے بے رخی سے جواب دیا۔

''کیا بات ہے پھوپھا۔ کچھ پریشان سے لگ رہے ہو۔؟'' سلام دین نے بے چینی سے پوچھا۔

''پریشان سا لگ نہیں رہا ہوں بلکہ سچ مچ بہت پریشان ہوں۔تم سے کیا چھپاؤں، پچھلے چار دن سے گھر میں چولہا نہیں جلا۔''

''کچھ پیسہ چاہئے کیا؟'' سلام دین نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

''سٹ۔'' وہ چراغ پا ہو کے بولا۔''تم نے مجھے کوئی بھکاری سمجھ لیا کیا؟ ارے میرا نام سولہ ملک ہے۔ مجھے اگر ایک مہینہ بھی بھوکا رہنا پڑے تب بھی میں کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلاؤں۔''

''میرے کہنے کا وہ مطلب نہیں تھا۔'' سلام دین شرمندہ ہو کے بولا۔''خیر میں چلتا ہوں۔'' کہہ کر وہ آگے بڑھا۔

وہ جانے لگا تو سولہ لگرو اسے روک کر ٹوکتے ہوئے بولا۔'' کیسے آدمی ہو تم۔میری حالت جاننے کے بعد بھی تم انجان بن کے جانا چاہتے ہو۔شرم آنی چاہئے تمہیں۔''

''ارے تم بتاؤنا پھوپھا، میں تمہارے لیے کیا کرسکتا ہوں۔''

''کیا کروگے تم؟ میرے حال پر دو جھوٹے آنسو بہا کر نکل جاؤ گے۔''

''ارے تم کہونا کا کا تمہیں کیا چاہئے؟''

''نہیں نہیں رہنے دو۔ میں جانتا ہوں تم کچھ کر نہیں پاؤ گے۔''

''کا کا۔تم کچھ کرنے کا موقع دو گے تو میں کچھ کر پاؤں گا نا۔''

''یہ دل سے کہہ رہے ہو؟''

''ہاں۔''

''یہ ٹورسٹ کہاں کا ہے؟'' اس نے للچائی نظروں سے ٹورسٹ کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''بمبئی کا ہے۔''

''کتنے دن یہاں ٹھہرنے والا ہے؟'' اس نے بے تابی سے پوچھا۔

''یہی کوئی سات آٹھ دن۔''

''اسے میرے ہاؤس بوٹ میں بھیج دونا۔'' اس نے یتیموں جیسی صورت بنا کر سلاما سے

کہا۔

''مگر یہ تو......'' وہ ہڑ بڑا کے اپنا جملہ بھی پورا نہ کر سکا۔

''میں نے کہا تھا نا تم کچھ کر نہیں پاؤ گے۔'' سولہ لکرو بے زاری سے اس کی طرف دیکھ کر بولا۔ ''سچ تو یہ ہے تم اپنے چھوٹے بھائی غلاما سے ڈرتے ہو۔ بڑے ہو کر بھی گھر میں تمہاری کوئی قدر و قیمت نہیں۔''

یہ بات سلام دین کے کلیجے پر تیر کی طرح لگی۔ وہ برافروختہ ہو کے بولا۔

''کاکا تمہیں یہ ٹورسٹ چاہئے تو بے شک اسے لے جاؤ مگر آئندہ میرے بھائی بہن کے خلاف کچھ مت بولنا۔ میں انہیں بھائی بہن کی طرح نہیں بلکہ اپنی اولاد کی طرح پیار کرتا ہوں۔''

سلام دین کے تیور دیکھ کر سولہ لکرو نے فوراً اپنا پینترا بدلا۔

''ارے بیٹا تم تو فوراً برا مان گئے۔ میں تم لوگوں کا دشمن نہیں بکہ خیر خواہ ہوں۔ میں تم لوگوں کی ہمیشہ خیر چاہتا ہوں۔'' اس نے ادھر ادھر ایک اڑتی سی نگاہ ڈالی اور پھر سلاما کی طرف دیکھ کر بولا۔ ''اس سے پہلے کہ غلاما آ کے وبال کھڑا کر دے۔ میں اس ٹورسٹ کو اپنے ساتھ لے جاؤں۔''

''ہاں لے جاؤ۔'' سلام دین نے بے دِلی سے کہا۔ وہ ٹورسٹ کی طرف مخاطب ہو کے بولا۔ ''صاحب آپ اس کے ساتھ جایئے۔ یہ میرا پھوپھا سولہ کاک......

ٹورسٹ نے سراسیمہ ہو کر پہلے سلام دین کی طرف دیکھا، پھر سولہ لکرو کی طرف، اس سے پہلے وہ کچھ کہے سولہ لکرو اس کے سامان پر جھپٹا اور اس کا سامان اٹھا کر چلنے لگا۔ ٹورسٹ بادلِ نخواستہ اس کے پیچھے پیچھے ہولیا۔

سلام دین بوجھل قدموں کے ساتھ شکارے کی طرف بڑھا اور شکارا اسے لے کر اس کے ہاؤس بوٹ کی طرف چل پڑا۔



غلاما اور سلمہ بڑی بے تابی سے ٹورسٹ کا انتظار کر رہے تھے۔ پچھلے ایک ہفتے سے ان کا ہاؤس بوٹ خالی پڑا تھا۔ آج انہیں پورا یقین تھا کہ ان کا بڑا بھائی سلام دین، جسے وہ پیار سے لالہ کہہ کر بلایا کرتے تھے، کوئی نہ کوئی ٹورسٹ لے کر ہی آئے گا، جبھی تو غلاما اور سلمہ نے سویرے سے ہی ہاؤس بوٹ کی صاف صفائی کر کے اسے دولہن کی طرح سجا سنوار کر رکھ دیا تھا۔

جونہی سلام دین نے ہاؤس بوٹ کے اندر قدم رکھا تو غلاما نے ادھر ادھر دیکھ کر بڑی بے تابی سے پوچھا۔ ''لالہ ٹورسٹ کہاں ہے؟''

سلام دین بھائی سے نظریں چراتے ہوئے بولا۔ ''وہ سولہ کاک......''

''میں سولہ کاک کی نہیں ٹورسٹ کی بات کر رہا ہوں۔'' غلاما اس کی بات کاٹ کر قدرے سختی سے بولا۔

''وہ کیا ہے غلاما کہ سولہ کاک بہت تکلیف میں ہے۔ ان کے گھر میں پچھلے چار دن سے چولہا نہیں جلا ہے۔''

''اور تم نے اپنی روزی اس کے چولہے میں جھونک دی۔ یہی کہنا چاہتے ہو نا تم؟'' غلاما غصے اور صدمے کی ملی جلی کیفیت سے بولا۔

سلمہ جو بہت دیر سے چپ تھی، اب کے وہ بھی چپ نہ رہ سکی، خفا ہو کے بولی۔

''لالہ یہ تم کیا کرتے ہو۔ اپنا برا بھلا کیوں نہیں سوچتے تم؟ تمہاری یہ سادگی اور بھولا پن ہم سب کو کسی دن لے ڈوبے گا۔ آخر تم کب سدھرو گے؟''

سلام دین کی آنکھیں بھر آئیں۔ رندھی ہوئی آواز میں بولا۔

''اگر کسی کا بھلا کرنا گناہ ہے تو سمجھ لو میں نے یہ گناہ کیا ہے۔''

''اپنا گھر جلا کر دوسروں کو روشنی پہنچانا تمہارے خیال میں نیک کام ہو سکتا ہے لالہ۔

میرے خیال میں نہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ لوگ تمہارے بھولے پن کا فائدہ اٹھا کر تمہیں بے وقوف بنا لیتے ہیں اور تم ہو کہ بہت جلد ان کے جھانسے میں آجاتے ہو۔''

''میرا یقین کرو سولہ کاک سچ مچ تکلیف میں ہے۔''

''سولہ کاک بنا گیا تمہیں۔'' غلاما ابل پڑا۔ ''پچھلے ایک مہینے سے دو فرنگی اس کے ہاؤس بوٹ میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ سولہ کاک ان لوگوں میں سے ہے جو اپنا مال رکھ کے پرایا مال چکھ لیتے ہیں۔ ایک تم ہو جو اپنی روزی اس کی جھولی میں ڈال کے آگئے۔''

سلام دین کا چہرہ غصے سے تمتمانے لگا۔

''سولہ کاک نے مجھ سے جھوٹ کیوں بولا؟'' وہ تلملا کے بولا۔ ''کیوں بولا؟ میں ابھی اس کے پاس جاؤں گا اور اس سے پوچھوں گا کہ آخر اس نے ایسا کیوں کیا؟''

''اس سے مل کر اب کیا فائدہ۔ وہ تمہیں تمہارا ٹورسٹ لوٹا نہیں دے گا۔'' غلاما اسے سمجھاتے ہوئے بولا۔

''کیوں نہیں لوٹا دے گا؟'' سلام دین بپھراتے ہوئے بولا۔ ''اس طرح جھوٹ اور مکاری سے دھندہ تھوڑے ہی چلتا ہے۔''

''اب غصہ تھوک دو لالہ۔'' غلاما، سلام دین کو نرم کرتے ہوئے بولا۔ ''اب جو ہوا سو ہوا، اسے بھول جاؤ۔ کل سے اب تم نہیں، میں ٹورسٹ سینٹر جایا کروں گا۔''

''ہاں تم ہی جایا کرو میرے بھائی۔'' سلام دین ہارے ہوئے لہجے میں بولا۔ ''پتا نہیں لوگ میری ہی آنکھوں میں دھول کیوں جھونکتے ہیں۔ مجھے ہی کیوں الو بنا لیتے ہیں؟''

''وہ اس لیے کہ تمہارا دل آئینے کی طرح صاف و پاک ہے۔'' سلمہ بھائی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اسے تسلی دے کر بولی۔ ''تم سب کو اپنی طرح ہی سمجھتے ہو۔ جب کہ سچائی یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں کھوٹ اور مکاری کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ وہ اپنی غرض کے لیے دوسروں کو قربان کرنے سے بھی نہیں چوکتے۔''

''آخر ایسا کیوں ہوتا ہے؟'' سلام دین نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ ''کیوں ہوتا ہے؟ میں نے آج تک کسی کا ایک نوالہ نہیں چھینا۔ لوگ مجھ سے میری روٹی کیوں چھینتے ہیں؟''

''وہ اس لیے کہ چھینا جھپٹی اس سماج کا دستور بن چکا ہے۔'' غلاما تشویش بھرے انداز میں بولا۔ ''لوگوں کو اپنے مولا پر بھروسہ نہ رہا، اپنے آپ پر بھروسہ نہ رہا، اس لیے وہ دوسروں کا حق

مارنے لگے ہیں۔''

''ابا کے ٹیم میں ایسا تو نہیں تھا؟'' سلام دین نے اداس ہو کے کہا۔

''وہ وقت اور تھا۔'' غلاما سنجیدگی سے بولا۔ ''تب لوگ خدا کے خوف سے ڈرا کرتے تھے۔آج کل کے لوگ خدا کو بھول کر دولت کی پرستش کرنے لگے ہیں جو اچھی علامت نہیں ہے۔''

''اب یہ بحث رہنے دو۔'' سلمہ غلاما پر بگڑتے ہوئے بولی۔ ''پتا ہے صبح تڑکے لالہ گھر سے نکلا ہے۔چلو لالہ کچھ کھا پی لو۔''

''سچ کہوں تو میری بھوک ہی مر گئی۔''

''لالہ۔'' سلمہ بھائی کے بالوں کو سہلاتے ہوئے بولی۔ ''ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کو دل پر مت لیا کرو۔اللہ بڑا کارساز ہے۔وہ ہمیں بھولے گا نہیں۔کل دیکھنا ہمارا ہاؤس بوٹ کیسے ٹورسٹوں سے بھرا ہوگا۔اب اٹھو لالہ کچھ کھالو۔''

''میں نے کہہ دیا نا میری بھوک مٹ چکی ہے۔''

''لالہ.....'' اب کے غلاما نے جو بھائی کی طرف غصیلی آنکھوں سے دیکھا تو سلام دین ایک پل میں چپ بول گیا۔وہ اٹھ کر سلمہ کے ساتھ ڈونگے میں چلا گیا۔

غلاما مسکرا کے رہ گیا۔



اگلے روز غلاما پو پھٹنے سے پہلے ہی ٹورسٹ سینٹر چلا گیا۔ سلام دین آرام سے اٹھا۔ منہ ہاتھ دھو کے چائے پی لی اور پھر کچھ سامان لینے ڈل گیٹ چلا گیا۔

ڈل گیٹ سے سامان لے کے جب وہ لوٹ رہا تھا تو نہرو پارک کے ٹیکسی اسٹینڈ کے پاس اسے سُولہ ککرو گھومتا ہوا دکھائی دیا۔ سولہ ککرو کو دیکھ کر سلام دین کا پارا چڑھ گیا اور وہ جارحانہ انداز میں سولہ ککرو کی جانب بڑھا۔ سولہ ککرو اس کے تیور دور سے ہی بھانپ چکا تھا اس لیے وہ منہ پھیر کر گھاٹ کی طرف تیزی سے بڑھنے لگا۔ سلام دین بھی اسے کہاں چھوڑنے والا تھا، اس نے اسے جا کے لپک ہی لیا۔

''ارے کاکا بات تو سنو۔''

''دیکھو میں اس وقت جلدی میں ہوں۔'' وہ بدحواسی کے عالم میں بولا۔ ''پھر کبھی بات کرلیں گے۔''

''ایسی بھی کیا جلدی ہے۔'' سلام دین نے بڑی مضبوطی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روک لیا۔ ''کاکا تھوڑی دیر مجھ سے بات تو کرلو نا۔''

''کیا بات کرنی ہے تجھے؟'' اب کے اس نے رکھائی سے پوچھا۔

''کل تم نے مجھ سے جھوٹ کیوں بولا کاکا؟''

''کیا جھوٹ بولا۔'' وہ اس پر غرانے لگا۔ ''ہاں کیا جھوٹ بولا تم سے؟''

''یہی کہ تمہارے گھر میں پچھلے چار دن سے چولہا نہیں جلا۔''

''میں نے کس سے کہا کہ چار دن سے میرے گھر میں چولہا نہیں جلا۔ اتنے برے دن نہیں آ گئے مجھ پر کہ میں اپنا دکھڑا لے کے تمہارے پاس آ جاؤں۔ تمہیں اپنی سدھ نہیں، میری کیا سدھ لو گے؟ دیکھو اس طرح لوگوں پے اپنی کھلی مت اڑاؤ۔ سامان لے کر آئے ہو تو لے کے چلے

جاؤ۔"

"بننے کی کوشش مت کرو کاکا۔" سلام دین درشتی سے بولا۔ "تم نے مجھ سے جھوٹ بول کر اچھا نہیں کیا۔"

"سنو سلام دین۔" وہ ڈھٹائی سے بولا۔ "تم نے یہ جو من گھڑت کہانی بنائی ہے نا، یہ مجھ کو کیا، ساری دنیا کو سناؤ میں ایسی باتوں سے ڈرنے، دبنے والا نہیں۔"

"چلو مان لیتے ہیں کہ تم نے مجھ سے چار دن چولہا گھر میں نہ جلنے کی بات نہیں کی۔" سلام دین ہارے ہوئے لہجے میں بولا۔ "پر وہ ٹورسٹ، کیا وہ بھی غلط ہے؟"

"ٹورسٹ......؟" اس نے تجاہل عارفانہ سے پوچھا۔ "کون سا ٹورسٹ؟"

"ارے وہی جسے میں نے کل تمہارے ساتھ بھیج دیا تھا۔"

"اچھا وہ۔؟" سولہ ککرو کو جیسے کچھ یاد آ گیا، ایک لمبی سانس لے کر بولا۔ "ارے وہ تمہارا ٹورسٹ بڑا اچھاندے باز نکلا۔ مجھ سے ہزار روپیہ مار کے چلا گیا۔"

"کیا؟" سلام دین چکرا کے بولا۔

"ہاں بیٹا۔ میں اپنے آپ کو کوس رہا ہوں کہ میں نے اس ٹورسٹ کو لیا ہی کیوں۔ وہ کمبخت تو کچھ دینے کے بجائے الٹا مجھے ہی چونا مل کے چلا گیا۔"

"یہ تو بہت برا ہوا۔" سلام دین پریشان ہو کے بولا۔

"برا۔ یہ کہو بہت برا ہوا۔" سولہ ککرو اونچی آواز میں بولا۔ "اور یہ سب کچھ تمہاری وجہ سے ہوا۔ آپس میں رشتہ داری نہ ہوتی تو بخدا میں تم لوگوں سے جرمانہ وصول کرتا۔ خیر میری قسمت میں یہ نقصان اٹھانا لکھا تھا سو میں نے اٹھا لیا۔ اب اس میں کسی اور کو الزام دینے سے کیا فائدہ۔ اچھا بیٹا سلام دین چلتا ہوں۔"

کہہ کر سولہ ککرو چلا گیا۔ سلام دین اداس اور آزردہ ہو کے گھاٹ کی طرف بڑھنے لگا کہ اچانک سامنے سے بمبئی کا ٹورسٹ نمودار ہوا۔ سلام دین اسے دیکھ کر یوں اچھل پڑا جیسے اس نے ٹورسٹ کو نہیں بلکہ کسی جن بھوت کو دیکھ لیا ہو۔

"صاحب آپ!"

"ارے بھائی یہ تم ہم کو کدھر پھنسایا؟"

"صاحب آپ ابھی ادھر ہی ہیں؟"

''ہاں ابھی ہم ادھر ہی ہیں۔''

''پھوپھا تو کہتا تھا کہ آپ چلے گئے۔اس کا پیسہ بھی نہیں دیا آپ نے۔''

''وہ بولتا ہے۔ وہ تمہارا انکل؟ ایک دم فراڈ آدمی ہے۔ وہ اب تک ہم سے پانچ ہزار روپیہ لے چکا وہ اس کے چھوکرے لوگ نے ہمارا پرفیوم، ہمارا کپڑا غائب کردیا۔ ہم آج جا کے پولیس میں اس کا Complaint کرے گا۔''

''صاحب جانے بھی دیجئے۔'' سلام دین گھبرا کے بولا۔''ہم آپ کو دو دن اپنے ہاؤس بوٹ میں مفت ٹھہرائے گا۔''

وہ ابھی باتیں ہی کررہے تھے کہ پیچھے سے سولہ ککرو آندھی کی طرح آگیا اور ٹورسٹ پر برس پڑا۔

''اس سے کیا باتیں کرتے ہو صاحب، ہم کو بدنام کرتے ہو۔ چلو میرے ساتھ...... چلو۔''

وہ اسے کھینچ کر گیا......سلام دین سکتے کے عالم میں کھڑا دیکھتا رہ گیا۔



ٹھیک دو بجے غلام دین، ایک انگریز لڑکی ماریا کے ساتھ ٹیکسی سے اترا۔ سولہ ککرو جو بھوت کی طرح نہرو پارک کے گھاٹ پر منڈلا رہا تھا، انگریز میم کو دیکھ کر للچائی آنکھوں سے اسے گھورنے لگا...... جی میں آرہا تھا کہ بڑھ کر اسے لپک لے، پر غلاما کو دیکھ کر ہمت جواب دے رہی تھی، کیونکہ غلام دین اور سولہ ککرو کا آپس میں خدا واسطے کا بیر تھا۔ یہ سلام دین ہی تھا جو نہ صرف سولہ ککرو کو عزت واحترام دیتا تھا بلکہ بہت جلد اس کی چکنی چپڑی باتوں میں آ بھی جاتا تھا۔

غلام دین حالانکہ سلام دین سے چھوٹا تھا پر اس کی ذہانت کے سامنے بڑے بڑے پانی بھرتے نظر آتے تھے۔ گھر کو چلانا، کاروبار کو سنبھالنا، ٹورسٹوں کی دیکھ ریکھ، بنک کی قسطیں وقت پر ادا کرنا..... یہ سارے کام غلاما بڑی خوش اسلوبی سے انجام دے رہا تھا۔ سلام دین اپنے بھائی کی کارگذاری دیکھ کر پھولے نہیں سماتا تھا۔ غلام دین حالانکہ اپنے بڑے بھائی پر جان چھڑکتا تھا مگر جہاں اصول اور آدرش کی بات ہو وہاں پر وہ کوئی بھی سمجھوتہ کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا تھا۔

سلام دین خدا کے بعد اگر کسی سے ڈرتا تھا تو وہ غلام دین تھا۔ غلام دین کا حرفِ اول حرفِ آخر ہوا کرتا تھا۔ دنیا چاہے ادھر سے ادھر ہو جائے وہ اپنے بھائی کی کوئی بھی بات ٹال نہیں سکتا تھا۔ ان دونوں بھائیوں کا آپسی پیار اور باہمی اعتماد، سولہ ککرو سے دیکھا نہیں جاتا تھا۔ غلام دین تو سولہ ککرو کو کانٹے کی طرح کھٹک رہا تھا اور وہ دونوں بھائیوں کو الگ کرنا چاہتا تھا، پر دونوں پیار کی ایسی مضبوط ڈور میں بندھے ہوئے تھے کہ سولہ ککرو کی کوئی بھی چال کامیاب نہیں ہو پا رہی تھی۔

جونہی غلام دین ٹیکسی کا بل ادا کر کے ماریا کا سامان لے کر شکارے کی طرف بڑھنے لگا تو سولہ ککرو سامنے آ کے کھڑا ہو گیا۔ غلام دین نے نہ اس سے کوئی سلام ودعا کی اور نہ ہی کوئی بحث تکرار..... سولہ ککرو لونڈے کی اس اکڑ کو دیکھ کر جل کر کباب ہو گیا۔ وہ خشم سے غلام دین کی طرف

دیکھ کر پاس کھڑے دو چار شکارے والوں کو دیکھ کر غرایا۔

''چار پیسے اللہ نے کیا دیے یہ لونڈا بڑوں کی عزت کرنا ہی بھول گیا۔ بھول گیا کہ باپ کے مرنے کے بعد اسی پھوپھا نے انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا۔''

غلام دین اس کی باتوں کو سنی ان سنی کر کے ماریا کے ساتھ شکارے میں بیٹھ گیا۔ سولہ لکرو کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ وہ کسی زخمی شیر کی طرح بپھر کر چلایا۔

''اس لونڈے کو دیکھ رہے ہو۔ ابھی کمبخت کے دودھ کے دانت ٹوٹے نہیں، دماغ دیکھو تو چوتھے آسمان پر ہے۔ یہ میری روٹیوں کا صدقہ ہے جو آج میرے سامنے اس طرح یہ لونڈا اکڑ کر چل رہا ہے۔ میری ایک بات یاد رکھنا۔ جو پیڑ اکڑ کے کھڑا رہتا ہے، وہ کبھی پھل نہیں دیتا۔ سولہ لکرو نے بڑے بڑوں کو اٹھتے اور گرتے دیکھا ہے۔ یہ لونڈا کیا چیز ہے۔''

کسی نے اس کی بات پر نہ کوئی تائید کی نہ تنقید۔ وہ چلاّ رہا تھا اور لوگ ایک ایک کر کے کھسک رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد اسے لگا کہ وہ اکیلے ہی بک رہا ہے اور اسے سننے والا کوئی نہیں۔ وہ کھسیا کر وہاں سے چلتا بنا۔



سلام دین اور سلمہ بڑی بے تابی سے ٹورسٹ لڑکی کا انتظار کر رہے تھے کہ غلاما، ماریا کو لے کر ہاؤس بوٹ میں داخل ہوا۔

ماریا بلا کی خوب صورت تھی۔ چھریرا بدن، تیکھا ناک نقشہ۔ ہرنی جیسی آنکھیں۔ کوئل جیسی آواز۔ وہ جب بھی بات کرتی تھی تو ایسا لگتا تھا جیسے اس کے گلے سے سر نکل رہے ہوں۔ مزے کی بات یہ تھی کہ وہ انگریزن ہو کر بھی ہندی بڑی آسانی سے بول لیا کرتی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ پچھلے آٹھ سال سے بمبئی میں اپنے باپ رچرڈ والکر کے ساتھ رہ رہی تھی جو کہ ایک بدیسی کمپنی میں یہاں کام کر رہا تھا۔ اس کی ماں لندن میں رہ رہی تھی۔ اس نے دس برس پہلے مسٹر والکر سے علیحدگی اختیار کی تھی۔ بیٹی باپ کے ساتھ ہی رہی پر ماں کی کمی نے اس ہمیشہ پریشان کیا۔ اس خلا کو پر کرنے کے لیے اس نے ڈرگس کا سہارا لیا۔

اب وہ پوری طرح سے ڈرگس کی عادی ہو چکی تھی۔

غلام دین نے ماریا کو اپنے بھائی اور بہن سے متعارف کرا دیا۔

''میم صاحب۔ یہ میرا بھائی سلام دین اور یہ میری چھوٹی بہن سلمہ۔''

''اوہ آئی سی۔''

''ارے اسے انگریزی میں سمجھاؤ۔ یہ تمہاری یہ اردو کیا سمجھے گی؟'' سلام نے اسے ٹوکتے ہوئے کہا۔

''لالہ یہ اردو ہندی سب سمجھتی ہے۔ یہ ماریا میم صاحب ہے، لندن کی ہے، پر آج کل بمبئی میں رہتی ہے......''

''آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔'' سلام دین نے اس کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا۔

''ہم کو بھی بوت خوشی ہوئی۔'' اس نے گرم جوشی سے ہاتھ ملایا۔

''آیئے میم صاحب! ہم آپ کو آپ کا بیڈروم دکھاتا ہوں۔'' غلاما اس کا سامان اٹھا کر اسے بیڈروم کی طرف لے گیا۔

"Beautiful." وہ بیڈروم دیکھ کر بولی۔

''آپ کو یہاں چوبیس گھنٹے گرم پانی ملے گا۔ ابھی آپ نہائیں گی یا چائے کافی لیں گی؟''

''ابھی ہم بلیک کافی مانگتا...... گرم گرم......''

''ابھی لے کے آتا ہوں۔''

کہہ کر غلام دین باہر چلا گیا۔ باہر سلام دین اور سلمہ کھڑے تھے۔ اس نے سلمہ کی طرف دیکھ کر کہا۔ ''سلمہ۔ میم صاحب کے لیے ایک کپ بلیک کافی بنا دو۔''

''ابھی بنا کے لے آتی ہوں بھیا۔'' سلمہ یہ کہہ کر کچن میں چلی گئی۔

''کتنے دن یہاں رہنے والی ہے؟'' سلام دین نے غلاما سے پوچھا۔

''لالہ بہت مالدار آسامی ہے۔ ایک دو مہینے سے پہلے یہاں سے جائے گی نہیں۔ بشرطیکہ ہم اسے شکایت کا کوئی موقع نہ دیں۔''

''تم فکر نہ کرو غلاما۔ ہم اسے پیار کے بندھن میں ایسے باندھ لیں گے کہ وہ دو مہینے تو کیا، چھ مہینے تک یہاں سے جانے کا نام نہ لے۔''

''اللہ کرے ایسا ہی ہو، پر مجھے نہیں لگتا کہ ہمارے دشمنوں کے ہوتے ہوئے وہ اتنے دن یہاں ٹک پائے گی۔''

''تم کس دشمن کی بات کر رہے ہو؟'' سلام دین نے چونک کے پوچھا۔

''ہمارا ایک ہی دشمن ہے...... ہمارا پھوپھا سولہ کا کی۔''

''کچھ کہا اس نے؟'' سلام دین نے بے چینی سے پوچھا۔

''ہاں آج بہت دیر تک گھاٹ پر بھونکتا رہا۔ ٹورسٹ دیکھ کر منہ سے رال ٹپکنے لگی تھی، پر مجھے دیکھ کر کھمبا نوچتا رہ گیا۔''

''دیکھ غلاما۔ وہ جو بھی ہے، جیسا بھی ہے۔ آخر ہمارا پھوپھا ہے۔ تم اس کے منہ مت لگا کرو۔ اچھا نہیں لگتا۔'' سلام دین غلاما کو سمجھاتے ہوئے بولا۔

میں اس کمینے کو کبھی گھاس بھی نہیں ڈالتا ہوں۔ میرا اس سے کیا لینا دینا۔'' غلاما غصے سے بولا۔

''دیکھ میرے بچے۔ بزرگوں کے خلاف ایسے الفاظ استعمال نہیں کرتے۔''

''لالہ تم پھوپھا سے اتنے دبتے کیوں ہو؟''

''میں اس سے ڈرتا، دبتا نہیں ہوں۔ بس یہ سوچ کر کہ وہ ہمارا پھوپھا ہے، اس کی عزت کرتا ہوں...... کیا کسی بزرگ کی عزت واحترام کرنا گناہ ہے؟''

''ایک بات بتاؤ مجھے لالہ؟''

''پوچھو۔''

''اگر ایک دیوار ہمارے اوپر گرنے والی ہو تو کیا ہمیں اس دیوار کے نیچے کھڑا رہنا چاہیئے؟''

''نہیں۔''

''تو پھر تم پھوپھا کے سامنے کیوں کھڑے رہتے ہو؟ وہ ان میں سے ہے جو پرائے شگون کے لیے اپنی ناک کٹواتے ہیں۔ کالے ناگ کی طرح ڈنک مارنا جس کی فطرت ہو، اس سے بچے رہنے میں ہی بھلائی ہے......''

کہہ کر وہ کچن کی طرف چلا گیا۔ سلام دین بہت دیر تک کھڑا سوچتا رہ گیا۔



محی الدین قدرت کے ستم کا مارا تھا۔اس کی گنتی نہ عورتوں میں ہوتی تھی نہ مردوں میں۔ عرفِ عام میں ایسے لوگوں کو زنخا یا ہیجڑا کہتے ہیں۔ کشمیر میں چونکہ میرج بیورو کا چلن نہیں ہے اس لیے یہ لوگ میرج بیورو کا کام کرتے ہیں۔دل صنفِ نازک کا سا رکھتے ہیں اس لیے نازک رشتے یہ بڑی آسانی سے جوڑتے ہیں۔

محی الدین کا پیشہ بھی رشتے ڈھونڈنا اور شادیاں کروانا تھا۔کاروباری نظر سے دیکھا جائے تو یہ بڑا منفعت بخش پیشہ ہے مگر اس پیشے کو قدر کی نظر سے دیکھا نہیں جاتا اس لیے یہ دھندہ، ہیجڑے ہی کرتے ہیں جنھیں مردوں کے مقابلے میں عورتوں سے راہ و ربط بڑھانے میں زیادہ آسانی ہوتی ہے۔

محی الدین اور سلطان ککرو ایک دوسرے کو پسند نہیں کرتے تھے۔دونوں میں اللہ واسطے کا بیر تھا۔جب کبھی بھی دونوں کا آمنا سامنا ہوتا تھا تو دونوں ایک دوسرے پر جھپٹ پڑتے تھے اور پھر سانپ اور نیولے کی لڑائی شروع ہو جاتی تھی۔

آج بھی جب محی الدین نے نہرو پارک کے بس اسٹاپ پر منی بس سے اتر کر قدم رکھا تو اسے سامنے سولہ ککرو منہ پھاڑے کھڑا ملا۔سولہ ککرو اگر سیر تھا تو محی الدین سوا سیر تھا،اس لیے میدان چھوڑ کر بھاگ جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا،سو وہ پھنکارتے ہوئے آگے بڑھا۔ جونہی وہ سولہ ککرو کے قریب پہنچا تو سولہ ککرو نے اسے دیکھ کر فقرہ کسا۔

"پتا نہیں کس کی خانہ بربادی ہونے جا رہی ہے۔"

محی الدین بڑا منہ پھٹ تھا۔پلٹ کر بولا۔"تیری ہی ہوگی۔اور کس کی ہوگی۔"

اردگرد کھڑے لوگوں نے ایک زور کا قہقہہ لگا دیا۔سولہ ککرو کے لیے اس ہنسی نے جلی آگ پر تیل کا کام کر دیا۔وہ محی الدین پر جھپٹتے ہوئے بولا۔

''ابے او ہیجڑے۔ پہلے اپنی چال ٹھیک کر، پھر مردوں سے بات کیا کر۔''

''ابے او ڈل کے جلے ہوئے سنگھاڑے۔ پہلے اپنی نیت کو ٹھیک کر، پھر کسی شریف آدمی سے بات کیا کر۔''

''تو اور شریف......!'' وہ اس کا منہ چڑاتے ہوئے بولا۔

''چور کو اپنی طرح سب چور ہی دکھائی دیتے ہیں۔''

''میں چور ہوں۔ تیری تو......'' کہہ کر سولہ ٹکرو نے جھک کر ایک پتھر اٹھایا......اس سے پہلے کہ وہ محی الدین پر نشانہ سادھے محی الدین نے اس سے بھی بڑا پتھر اٹھا کر نشانہ باندھا۔

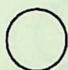
''بڈھے۔ سر پر یہ پتھر پڑ گیا نا تو ایک جھٹکے میں ٹیں ہو جاؤ گے۔''

''مار کے دکھانا۔'' سولہ ٹکرو نے اسے للکارا۔

''تو ہی مار کے دکھانا۔''

بہت دیر تک وہ دونوں ایک دوسرے پر حملے اور جوابی حملے کرتے رہے۔ آخر لوگوں کی مداخلت سے دونوں فریقین کو الگ کر دیا گیا......سولہ ٹکرو تو بہت دیر تک پھنکارتا رہا، جب کہ محی الدین اسے کوسنے دیتا ہوا گھاٹ کی طرف بڑھا۔ وہ بار بار، مڑ مڑ کے دیکھ رہا تھا کہ کہیں سولہ ٹکرو اس پر پیچھے سے اچانک حملہ نہ کر دے، کیونکہ سولہ ٹکرو کا کوئی بھروسہ نہ تھا۔ سنکی جو ٹھہرا۔

جب تک محی الدین شکارے میں نہیں بیٹھا اور شکارا گھاٹ سے دور نہ ہوا تب تک اس کا دل دھک دھک کرتا رہا۔



غلاما جونہی ماریا کو چائے دے کر باہر آیا تو اس نے محی الدین کو ہاؤس بوٹ میں چڑھتے دیکھا۔ وہ اس کی طرف لپکا۔ محی الدین کا چہرہ ابھی تک غصے سے تمتا تا رہا۔

''سلام علیکم......''

محی الدین نے جیسے سنا ہی نہیں وہ تن تناتے ہوئے صوفے کی طرف بڑھا اور دھم سے نیچے بیٹھ گیا۔ غلاما اس کے اس برتاؤ سے بھونچکا رہ گیا۔

''کیا بات ہے مہدہ صاحبا، بڑے غصے میں لگ رہے ہو۔؟''

''غصہ......'' وہ چیخا۔ ''میرا بس چلے تو میں تمہارے اس سولہ لکڑو کو کچا کھا جاؤں۔ آتے جاتے موا مجھے پریشان کرتا رہتا ہے۔''

''خطا اس نے کی اور سزا ہمیں مل رہی ہے۔ ایسا کیوں؟''

''وہ اس لیے کہ وہ مردود تم لوگوں کا پھوپھا ہے۔ پر میری ایک بات گرہ میں باندھ کے رکھنا۔ وہ کسی کا سگا نہیں ہوسکتا۔ وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے بغل میں چھری اور منہ میں رام رام ہوتا ہے۔ وہ باہر سے چاہے کچھ بھی کہے، اندر سے وہ موا تم دونوں بھائیوں کی خوشحالی سے جلتا ہے۔''

''میں جانتا ہوں۔'' غلاما نے ایک ٹھنڈی آہ بھر کے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ''جانتا ہوں۔ پر لالہ کو کون سمجھائے۔ پھوپھا کا بس چلے تو وہ ہم دونوں بھائیوں کو مروا کر ہماری ساری جائیداد ہتھیا لے۔''

''یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی تم اس کی مدد کرتے ہو؟''

''اگر ہم بھی اس کے جیسے ہی بنیں تو پھر اس میں اور ہم میں فرق ہی کیا رہ جائے گا۔ بزرگوں نے کہا ہے، نیکی کر دریا میں ڈال۔ اب اس کی نیکی کے بدلے کوئی ہم سے بدی کرے تو

اس کا کیا کیا جائے۔''

محی الدین غلاما کی طرف تہدیدی نظروں سے دیکھ کر بولا۔

''تم دونوں بھائی اگر اب بھی نہیں سدھرے تو بہت پچھتاؤ گے۔تم نہیں جانتے کہ تم کتنے زہریلے سانپ کو دودھ پلا رہے ہو۔ایک دن ڈس لے گا تم سب کو۔''

غلاما کچھ نہیں بولا۔بس بے بسی سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔اچانک محی الدین قدرے برہمی سے بولا۔

''اے۔ایسے دیدے پھاڑ پھاڑ کر کیا دیکھ رہے ہو مجھے۔محی الدین کو پہلے کبھی دیکھا نہیں کیا۔؟''

''وہ......'' غلاما کھسیانا ہو کے بولا۔''وہ کیا ہے کہ ایسے تیکھے تیور میں نے پہلے کبھی تمہارے چہرے پر نہیں دیکھے۔بخدا ۴۴۰ واٹ کی کرنٹ دوڑ رہی تھی تمہارے اندر......کوئی تمہیں چھو لیتا تو جل کر راکھ ہو جاتا۔''

محی الدین یہ سن کر کچھ اکڑتے ہوئے بولا۔

''اول تو مجھے غصہ آتا نہیں اور جب آتا ہے تو بہت زیادہ آتا ہے۔پچھلے مہینے نا،چنار باغ میں مجھے ایک لونڈے نے چھیڑا۔موا میرے ہاتھوں سے چار طمانچے کھا گیا۔''

''وہ تو وہیں پر ڈھیر ہو گیا ہوگا؟'' غلاما اپنی ہنسی روک کے بولا۔

''اس کا کیا حشر ہوا یہ تو وہ جانے یا محلے والے۔میں تو جلدی سے وہاں سے کھسک گیا۔''

''وہ کیوں؟''

''کہیں مردود جوابی حملہ کر دیتا تو؟''

اب کے غلاما اپنی ہنسی روک نہ پایا۔وہ ایک ہلکا سا قہقہہ لگا کر بولا۔

''اس کے برے دن آئے تھے کیا جو وہ تم پر حملہ کر دیتا......چار طمانچے اور نہیں کھاتا۔''

اب کے محی الدین بھی ہنس پڑا۔محی الدین کو شگفتہ ہوتے دیکھ کر غلاما نے اس سے پوچھا۔

''اچھا یہ بتاؤ مہدہ صاحبا آج ادھر کا راستہ کیسے بھول پڑے؟''

''وہ کیا ہے کہ میں تمہارے بھائی کے لیے ایک رشتہ لے کر آیا ہوں۔''

'تم سچ کہہ رہے ہو!'' غلاما نے خوشی اور بے یقینی کے ملے جلے لہجے میں اس سے پوچھا۔

''تم کیا سمجھتے ہو محی الدین جھوٹ بول رہا ہے۔اب تک تین سو شادیاں کرا چکا ہوں۔''

''جانتا ہوں۔ جانتا ہوں۔'' غلاما جھکتے ہوئے بولا۔ ''یہ بتاؤ لڑکی کیسی ہے؟'' اس نے ڈرتے جھجکتے پوچھا۔

''لڑکی۔!'' وہ پہلے کچھ سوچ میں پڑ گیا، پھر دیوار پر لگے بجلی کے بلب کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ ''یہ بجلی کی بتی دیکھ رہے ہو؟''

''ہاں۔''

''ایسی ہی ہے۔''

''مطلب......؟'' غلاما نے چکرا کے پوچھا۔

''مطلب یہ کہ لڑکی گول مٹول گوری چٹی ایک دم اس بجلی کی بتی کی طرح ہے۔''

''میں کچھ سمجھا نہیں......؟'' غلاما نے چڑتے ہوئے کہا۔

''سمجھو گے بھی کیسے۔ جب تک سوچ آن کرو گے نہیں، بتی جلاؤ گے نہیں تو جلوے کہاں سے دیکھو گے۔ وہ لڑکی اس گھر میں آئے گی نا تو بخدا روشنی بکھیر دے گی یہاں......تمہارے لیے بھی ایک ٹیوب لائٹ دیکھ کے رکھا ہے میں نے۔''

''ٹیوب لائٹ......!'' غلاما چونک کر بولا۔

''ہاں ہاں ٹیوب لائٹ۔ سمجھو گے بھی کیسے۔ دن رات تو دھندے میں لگے رہتے ہو۔ اِدھر اُدھر تاکا جھانکی کرتے تو سمجھ جاتے ٹیوب لائٹ کا مطلب کیا ہوتا ہے۔ خیر اب یہ بات رہنے دو۔ مطلب کی بات سنو۔ دو دن کے بعد لڑکی والے سلام دین کو دیکھنے آئیں گے۔ ایسی خاطر داری کرنا ان کی کہ وہ بھی یاد رکھیں کہ کن رئیسوں کے ساتھ پالا پڑا ہے۔''

''ایسا ہی ہوگا مہدہ صاحبا۔''

محی الدین اٹھنے لگا تو غلاما اسے روکتے ہوئے بولا۔ ''ارے تم کہاں چل دیئے؟''

''مجھے اور بھی کہیں پہنچنا ہے۔''

''چائے نہیں پیو گے؟''

''دو دن کے بعد آتا ہوں نا۔ اسی دن ساری کسر نکال دوں گا۔ بھائی سے بھی بول کے رکھنا۔ بھولنا مت۔'' کہہ کر محی الدین چلا گیا۔



رات کا وقت تھا۔ سلام دین اور سلمہ ڈونگے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ غلاما اور سلمہ خوشی سے چہکتے نظر آرہے تھے جب کہ سلام دین ایک دم سنجیدہ اور خاموش تھا۔

''تم ایک دم خاموش کیوں ہو گئے لالہ؟'' غلامانے سراسیمہ ہو کے پوچھا۔

''تمہاری باتوں کا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے غلاما۔''

سلام دین نے بڑی سرد مہری سے کہا۔

''یہ تم کیا کہہ رہے ہو لالہ؟ ہم تو سمجھے تھے کہ تم یہ خبر سن کر خوشی سے جھوم اٹھو گے۔ پر جس طرح سے تم بات کر رہے ہو اس سے تو لگتا ہے کہ تم اس بات سے بالکل خوش نہیں ہو۔''

''ہاں میں بالکل خوش نہیں ہوں کیونکہ جب تک اس گھر سے سلمہ کی ڈولی نہیں اٹھے گی، شادی کرنا تو دور رہا میں اپنی شادی کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔''

اس جواب سے غلاما قدرے ترخ کر کر بولا۔ ''بس بس رہنے دو لالہ۔ دنیا اور دنیاداری کا اصول ہے کہ سب سے پہلے بڑے کی شادی ہوتی ہے۔''

''یہ اصول تمہارا اور تمہاری دنیا کا ہوسکتا ہے میرا نہیں۔'' اب کے سلام دین بھی بگڑ کر بولا۔ ''میں اپنے ابا مرحوم کو دیا ہوا وعدہ نہیں توڑ سکتا جو میں نے مرتے وقت اسے دیا تھا کہ پہلے سلمہ کی شادی ہوگی، پھر کسی اور کی۔ تم چاہتے ہو کہ میں اپنا ابا مرحوم کو دیا ہوا وعدہ توڑ دوں؟''

اس سے پہلے کہ غلاما کوئی جواب دے، سلمہ بیچ میں بول پڑی۔

''لالہ جس بہن کی ڈولی اٹھوانے کے لیے آپ اتنے بے تاب دکھائی دے رہے ہو اس بہن سے تم لوگوں نے پوچھا کہ وہ کیا چاہتی ہے؟''

''تم وہی کرو گی جو میں چاہوں گا۔'' سلام دین نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

''نہیں۔ بالکل نہیں۔'' وہ سختی سے بولی۔ ''میں وہ نہیں کروں گی جو تم لوگ چاہو گے۔ اگر

آپ لوگوں نے مجھ پر اپنا فیصلہ لادنے کی کوشش کی تو میں وہ کروں گی جو آپ لوگوں نے سوچا بھی نہ ہوگا۔"

اس جواب سے سلام دین اندر ہی اندر گھائل ہو کے رہ گیا۔ وہ غصے اور صدمے کی ملی جلی کیفیت سے تقریباً چیخ کر بولا۔

"یہ کیا بکواس کر رہی ہو تم؟"

"یہی کہ میں ابھی شادی نہیں کروں گی اور اگر آپ نے زبردستی میری شادی کرانے کی کوشش کی تو ڈولی کی جگہ یہاں سے میرا جنازہ اٹھے گا۔"

غصے کی شدت سے سلام دین نے مارنے کے لیے اپنا ہاتھ اٹھایا پر اس کا ہاتھ ہوا میں معلق ہو کے رہ گیا۔

"لالہ ہاتھ کیوں روک لیا۔ مارو نا!"

سلام دین کی آنکھوں میں آنسو اتر آئے اور وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"یہ کیسی منحوس بات کی تم نے۔ ارے میں تو کب سے اس گھڑی کے انتظار میں جی رہا ہوں کہ کب تو دولہن بنے گی، کب میں تجھے ڈولی میں بٹھا کر اس گھر سے وداع کر دوں گا۔"

"میں اس گھر سے تب ہی وداع ہو جاؤں گی، جب مجھے یہ پورا اطمینان ہو جائے کہ میرے پیچھے اس گھر کو سنبھالنے والا اس گھر میں موجود ہے۔"

"یہ ناممکن ہے۔" سلام دین تڑپ کر بے بسی سے بولا۔

"ناممکن کو ممکن بنانا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ آج جب کہ تمہارے لیے رشتہ خود چل کر آیا ہے، ہمیں اس پیش کش کو ٹھکرانا نہیں چاہئے۔"

"وہ ابا کو دیا ہوا وعدہ؟"

"وہ وعدہ ہم جلدی پورا کریں گے۔ پرسوں وہ لوگ تمہیں دیکھنے آ رہے ہیں۔ خدارا بیچ میں کوئی رخنہ ڈالنے کی کوشش مت کرنا......" سلام دین خاموشی سے بیٹھا سنتا رہا۔



غلاما اور سلمہ ہاؤس بوٹ کی صفائی میں سویرے سے ہی جٹ گئے تھے جب کہ سلام دین ڈونگے میں منہ بنائے بیٹھا تھا۔ اتنے میں ماریا کمرے سے باہر آ گئی۔ اسے دیکھ کر غلاما مسکرا کے بولا۔

''گڈ مارننگ میم صاحب!''

''گڈ مارننگ......'' وہ بھی مسکرا کے بولی۔ ''سلام دین کدھر ہے؟''

''وہ ڈونگے میں بیٹھا ہے میم صاحب۔ آپ کو کچھ چاہئے کیا؟''

''نہیں۔ Infact ہم اس کو کل سے دیکھا نہیں۔ ہم سوچا وہ کہیں گیا ہے۔''

''نہیں وہ یہیں ہے۔ Infact کل کچھ لوگ اسے دیکھنے آ رہے ہیں۔''

''کوئی پرابلم......؟''

''نہیں کوئی پرابلم نہیں۔ دراصل اس کی شادی کی بات چیت چل رہی ہے۔ اسی سلسلے میں کچھ لوگ اسے دیکھنے آ رہے ہیں۔''

''Interesting...... کیا ہم اس پارٹی میں Participate کر سکتا ہے نا؟''

''ارے کیوں نہیں۔''

''اچھا یہ بتاؤ، یہ ڈولہا کیوں اندر بیٹھا ہے؟''

''وہ ہم سے ناراض ہے۔''

"But Why?"

''دراصل وہ ابھی شادی کرنا نہیں چاہتا!''

''کیوں نہیں چاہتا؟''

''وہ کہتا ہے کہ پہلے سلمہ کی شادی ہوگی۔ اس کے بعد ہی وہ اپنی شادی کے بارے میں

سوچے گا۔"

"یہ غلط Decision ہے۔"

"یہی تو ہم بھی کہتا ہے میم صاحب۔ پر وہ مانتا ہی نہیں ہے۔"

"اسے ہم سمجھائے گا۔ I will make him understand. تم اسے ادھر بلاؤ۔"

غلاما نے سلمہ کو اشاروں میں سمجھاتے ہوئے کہا۔ "جا لالہ کو بلا کر لے آ۔"

سلمہ سلام دین کو بلانے چلی گئی۔ غلاما جھاڑو اور پونچھا الماری کے نیچے چھپا کر بولا۔

"میم صاحب۔ ہم ادھر سے جاتا ہے۔ اگر لالہ نے ہم کو ادھر دیکھ لیا تو وہ سمجھے گا کہ ہم آپ کو بولا اسے سمجھانے کے لیے......"

"I understand!...... تم جاؤ۔ ہم اسے سمجھائے گا۔"

غلاما فوراً وہاں سے کھسک گیا۔ اتنے میں سلمہ، سلام دین کو لے کر آ گئی۔

"گڈ مارننگ میم صاحب!"

"سلام دین۔ ہم تم سے بہت angry ہے۔"

"ہم سے کوئی بھول ہوئی میم صاحب؟" سلام دین نے گھبرا کر پوچھا۔

"ہاں..... کل پورے دن تم ایک بار بھی ہم کو Attend نہیں کیا۔"

"وہ کیا ہے میم صاحب کہ کل ہم بیمار ہو گیا۔" اس نے اپنا سر کھجاتے ہوئے جھوٹ بولا۔

"تم جھوٹ بولتا ہے۔ جھوٹ بولنا اچھی بات نہیں۔ ہم سنا کہ کل bride کی طرف سے تم کو لوگ دیکھنے آتا ہے۔ کل تم کون سا سوٹ پہنے گا؟"

"میرے پاس سوٹ کہاں؟" وہ ایک آہ بھر کر بولا۔

"ہم تمہارا سوٹ arrange کرے گا۔ غلاما کو بلاؤ۔"

سلمہ نے غلاما کو آواز دی تو غلاما گھبرایا ہوا دوسرے کمرے سے باہر آ گیا۔

"کیا ہوا؟" اس نے سلمہ سے پوچھا۔

"میم صاحب تمہیں پوچھ رہی ہے۔"

"جی میم صاحب؟" اس نے بڑی معصومیت سے کہا۔

"کل bride کی طرف سے کچھ لوگ ادھر آئے گا۔ کیا تمہارا بھائی یہ کپڑا پہن کے ان کے سامنے جائے گا؟"

''نہیں میم صاحب۔''

''تو پھر کیسے جائے گا؟''

''سوٹ پہن کے جائے گا میم صاحب۔''

''سوٹ کدھر ہے؟''

''ہم سلوائے گا نا میم صاحب۔''

''کب سلوائے گا۔ ایک دن میں کون سوٹ تیار کر کے دے گا؟ Don't waste time. ابھی جاؤ اور سوٹ کا arrangement کر کے آؤ۔''

''ہم ابھی جائے گا میم صاحب۔ لالہ تم میرے ساتھ چلو۔''

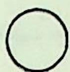
''کہاں؟'' سلام دین کا چہرہ تن گیا۔

''لال چوک اور کہاں؟''

''کیوں اس عمر میں میری پریڈ کروانا چاہتے ہو؟'' سلام دین نے زچ ہو کے کہا۔

''سلام دین تم زیادہ argument مت کیا کرو۔ جاؤ۔ پلیز غلاما کے ساتھ جاؤ۔'' ''جی میم صاحب......''

کہہ کر وہ غلاما کے ساتھ نکل گیا۔ سلمہ خوشی سے ماریا کے ہاتھ پر تالی مار کر جھوم اٹھی۔ ماریا بھی اپنی خوشی روک نہ سکی۔



شام کا وقت تھا۔ نہرو پارک کا گھاٹ لوگوں سے بھرا پڑا تھا۔ ان میں ٹورسٹ کم، شکارے والے زیادہ تھے۔ شکارے والوں کی نگاہیں عام طور پر ڈل گیٹ سے آنے والی کاروں اور ٹیکسیوں پر لگی رہتی تھیں۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ گلمرگ اور پہلگام سے لوٹ کر آنے والے ٹورسٹ شام کو شکارے میں بیٹھ کر ڈل کی سیر کا لطف اٹھاتے ہیں۔

سلطان ککرو شکارے والا نہیں تھا، پھر بھی وہ صبح سے شام تک نہرو پارک کے گھاٹ پر ہی جما رہتا تھا۔ دراصل اپنی بدمزاجی اور چڑچڑے پن کی وجہ سے وہ اپنی بیوی کو بھی اکھرتا تھا اس لیے جہاں وہ گھر میں بیٹھا، ہنگامہ ہونا لازمی تھا۔ روز روز کی اس چک چک سے بچنے کے لیے وہ نہرو پارک کے سامنے صبح سے شام تک ڈیرہ ڈال کے بیٹھ جاتا تھا۔ اس کے بیٹھتے ہی ماحول کی خوشگواری ہنگامہ خیزی یا نوک جھونک میں بدل جاتی تھی۔

شکارے والے بڑی بے تابی سے کسی ٹورسٹ کی آمد کا انتظار کر رہے تھے کہ اچانک ایک ٹیکسی آ کے نہرو پارک کے سامنے رکی۔ شکارے والے ٹیکسی پر ٹوٹ پڑے۔

''صاحب شکارا وانٹیڈ۔ صاحب شکارا وانٹیڈ۔''

اچانک ٹیکسی کا دروازہ کھلا۔ ایک پیر باہر آ گیا اور پھر ایک ہاتھ...... شکارے والے ٹورسٹ کو لپکنے کے لیے ایک دوسرے سے دھکم دھکا کرنے لگے کہ اسی بیچ سلام دین سوٹ بوٹ پہن کر باہر آ گیا۔ سلام دین کو دیکھ کر لوگ یوں پیچھے ہٹ گئے جیسے ٹیکسی سے کوئی بلا باہر نکل آئی ہو۔ ایک شکارے والے نے سلام دین کی ہنسی اڑاتے ہوئے کہا۔

''ارے یہ تو سلام دین صاحب ہے۔!''

لوگوں نے اس بات پر زور زور سے قہقہے لگائے۔ سلام دین کے جی میں آیا کہ زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں سما جائے۔ اس کی آنکھوں میں آنسو اتر آئے۔ غلاما جو کہ ٹیکسی ڈرائیور

کے ساتھ الجھا ہوا تھا اس بات سے بے خبر تھا کہ اس کے بھائی کی لوگ کیسے کھلی اڑا رہے ہیں۔
سولہ ککرو نے جب سلام دین کو سوٹ بوٹ میں دیکھا تو اس کا ماتھا ٹھنکا۔ سوچا کہ کوئی غیب کا خزانہ ان کے ہاتھ لگا ہے۔ وہ بھی سلام دین کی طرف لپکا اور اس سے الٹے سیدھے سوال کرنے لگا۔
سلام دین تو اپنے ہی بوجھ سے دوہرا ہوتا جا رہا تھا، وہ سولہ ککرو کے تیکھے ترش سوالوں کا کیا جواب دے پاتا۔ بدحواسی میں وہ شکارے کی طرف بھاگا۔ سوٹ پہننے کی عادت نہ تھی اس لیے ایک جگہ اس کا پاؤں پتلون میں الجھ گیا اور وہ گرا۔ سر پر معمولی چوٹ آگئی۔ لوگوں نے اس کے گرنے پر بھی ہنسی کے ٹھہاکے لگائے۔ وہ تڑپ کر اٹھا اور گرتے پڑتے شکارے تک پہنچ گیا۔ اس نے چپو اٹھایا اور اسے تیزی کے ساتھ چلانے لگا۔

لوگوں کی ہنسی اب تک اس کا پیچھا کر رہی تھی۔ اسی بیچ غلاما آ کے حیرت سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ غلاما کو دیکھتے ہی لوگوں کی ہنسی بند ہوگئی۔ اس نے سولہ ککرو کی طرف خشم ناک نگاہوں سے دیکھا۔ سولہ ککرو منہ پھیر کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ لونڈا بڑا اطرار اور منہ پھٹ ہے۔ سب کے سامنے اس کی ایسی تیسی کر کے رکھ دے گا اس لیے اس نے غلاما کے منہ لگنا مناسب نہ سمجھا۔

غلاما بوجھل قدموں کے ساتھ شکارے میں بیٹھ گیا۔ نہ جانے اس کا جی کیوں اوپر تلے ہو رہا تھا۔



سلام دین نے ہاؤس بوٹ کے اندر داخل ہوتے ہی سارے کپڑے بدن سے اتار کر پھینک دیے۔اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔سلمہ حیرانی اور پریشانی سے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔

اسی بیچ غلاما آ گیا۔اس نے جب بھائی کی حالت دیکھی تو اس کا کلیجہ دھک سے رہ گیا۔ بڑی ہمت کر کے اس نے سلام دین سے پوچھا۔

''کیا ہوا لالہ......؟''

سلام دین دکھ اور غصے کی ملی جلی کیفیت میں بولا۔''میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھے لوگوں کی نظروں میں تماشہ مت بناؤ۔نہیں مانے تم۔آخر کیوں مجھے سب کے سامنے تماشہ بنا رہے ہو۔ کیوں دوسروں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع دے رہے ہو۔میں جیسا بھی ہوں جس حال میں بھی ہوں خوش ہوں......''

''لالہ......'' غلاما اسے تسلی دیتے ہوئے بولا۔''کن لوگوں کی باتوں کا برا مان گئے تم؟ ہم پر نہیں، اپنی جہالت اور دیوانگی پر ہنس رہے تھے۔وہ اپنی اس ہنسی میں اپنی محرومیوں کو چھپانا چاہتے ہیں۔وہ ہنسی ہمارے لیے نہیں تھی۔وہ ہنسی ان کی اپنی بدحواسی اور کھوکھلے پن کو بیان کر رہی تھی۔''

''تم کچھ بھی کہو۔اس ہنسی کو کوئی بھی نام دو مگر وہ ہنسی میرے لیے تھی، کیونکہ ان لوگوں کو لگتا ہے کہ میں بھولا ہوں، بے وقوف ہوں۔اگر میں بھی ان لوگوں کی طرح اپنی غرض سے مطلب رکھتا تو وہ نہیں ہنستے مجھ پر......''

''لالہ......'' غلاما نے ہاتھ بڑھا کر اس کے آنسو پونچھے اور اسے سمجھاتے ہوئے بولا۔ ''لالہ گلی کے کتے راہ گیر پر بھونکتے ہیں تو کیا راہ گیر اپنی راہ گذر بدلتا ہے؟''

''گلی کے کتے صرف بھونکتے ہیں ہنستے نہیں۔وہ جو ہنسی تھی نا وہ ان شکاری کتوں کی طرح

تھی جو اپنے شکار پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور آناً فاناً میں اس کی تکا بوٹی کر کے رکھ دیتے ہیں۔تم نہیں جانتے، اس زہریلی ہنسی نے مجھے اندر ہی اندر کس طرح لہولہان کر کے رکھ دیا۔''

''لالہ......'' وہ اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر بولا۔''ہم اتنے بز دل اور کمزور نہیں جو کسی کے بھونکنے سے میدان چھوڑ کر بھاگ جائیں۔کل سے اب اکیلے تم نہیں بلکہ میں بھی سوٹ پہن کے ان کے سامنے گزروں گا۔ان کی چھاتی پر مونگ دلنے کے لیے یہی کافی ہے۔''

''نہیں غلاما!'' وہ اسے تنبیہ کرتے ہوئے بولا۔''تم جیسے ہو ویسے ہی بنے رہو۔دوسروں کو جلانے کی خاطر خود جلنا عقل مندی نہیں، پاگل پن ہے۔وہ اپنی خود غرضی اور چھچھورے پن کے ساتھ جئیں۔ہم اسی شرافت اور سادگی کے ساتھ جئیں گے جو ہمیں ورثے میں ابا سے ملی ہے۔''

''اگر ایسی بات ہے تو پھر یہ آنسو کس لیے؟''

''انسان ہوں دل کو چوٹ لگتی ہے تو آنکھیں نم ہو جاتی ہیں، اب اور نہیں روؤں گا۔دل کی جو بھڑاس تھی وہ ان آنسوؤں کے ساتھ نکل گئی......''

''ارے تو یوں بت بنی کیوں کھڑی ہے۔'' غلاما، سلمہ کو دیکھ کر اسے پیار سے ڈانٹتے ہوئے بولا۔''بھائیوں کو چائے نہیں پلاؤ گی؟''

''ابھی لے آتی ہوں۔''

وہ یہ کہہ کر کچن کی طرف بھاگی۔سلام دین کپڑے بدلنے کے لیے ڈونگے کی طرف بڑھا۔غلام دین وہیں بیٹھا کچھ سوچتا رہا۔



ہاؤس بوٹ میں آپا دھاپی کا سا ماحول تھا۔ ہر کوئی اپنی ہی دھن میں گھوم رہا تھا۔ غلاما کو اپنے من پسند کپڑے مل نہیں رہے تھے اور وہ چلائے جا رہا تھا۔ سلمہ کے دو کباب جل چکے تھے اس لیے وہ سر پیٹ کے رو رہی تھی۔ سلام دین سوٹ پہن کر بونگے کے مافق ادھر سے ادھر گھوم رہا تھا۔ اچانک ماریا اپنے کمرے سے نکل آئی۔ سلام دین کو اس حال میں دیکھ کر وہ اس پر بگڑتے ہوئے بولی۔

''یہ سوٹ تم نے کیسا پہنا ہے؟ ایک دم فول جیسا لگتا ہے۔ یہ تیرا اسٹائل بھی کتنا بے کار ہے۔ تم ایک دم جوکر لگتا ہے۔''

''ہم کیا کریں میم صاحب۔ ہم نے پہلے کبھی سوٹ نہیں پہنا۔ یہ غلاما بھی نہ جانے کہاں غائب ہو گیا۔''

''ایسا کرو تم ہمارے بیڈروم میں چلو۔ ہم تم کو ایک دم ہینڈسم بنا دے گا۔ آؤ......''

وہ اسے اپنے بیڈورم میں لے گئی۔ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے اسے کھڑا کر کے پہلے اس نے اس کے بالوں کا اسٹائل ٹھیک کیا۔ پھر سوٹ کو ڈھنگ سے پہننے میں اس کی مدد کی۔ اب وہ بونگا نہیں بلکہ اسمارٹ اور ہینڈسم لگ رہا تھا۔

ماریا نے اپنے سوٹ کیس سے پرفیوم کی بوتل نکالی اور سلام دین کے کپڑوں پر پرفیوم چھڑک دی۔ اس کی خوشبو سے سلام دین تر و تازہ ہو کے رہ گیا۔

''واہ کیا خوشبو ہے۔ یہ عطر کتنے کا ہو گا میم صاحب۔''

''عطر......؟'' اس نے سلام دین کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھ کر پوچھا۔

''سینٹ۔ سینٹ......'' سلام دین نے اس کا مطلب سمجھایا۔

'یہ سینٹ نہیں، پرفیوم ہے۔ تمہاری کرنسی کے حساب سے یہ پندرہ ہزار کی بوتل ہے۔''

''پندرہ ہزار......!'' وہ چکرا کے بولا۔ اتنی قیمتی۔ جبھی تو میں کہوں اتنی خوشبو کیسے۔ ویسے

ایک بات کہوں میم صاحب۔!''

''کہو......!'' وہ مسکرا کے بولی۔

''اس خوشبو سے کہیں زیادہ خوشبودار آپ ہیں۔''

''کیا۔!'' وہ ہنس کر بولی۔''تم نے مجھے پرفیوم کی بوتل سمجھ لیا ہے؟''

''میم صاحب۔ان پڑھ آدمی ہوں پر اتنا ضرور جانتا ہوں کہ دل بھی پرفیوم کی شیشی کی طرح ہوتا ہے جس میں سے پیار کی مہک پھوٹتی ہے۔جس کا دل جتنا بڑا ہوگا اس میں سے پیار ومحبت کی خوشبو اتنی ہی زیادہ پھوٹے گی۔''

''تم ایسی فلاسفیکل باتیں کرتے ہو،پھر بھی کہتے ہو کہ تم ان پڑھ ہو۔''

سلام دین ایک دم سنجیدہ ہو کے بولا۔''حالات کی ٹھوکریں انسان کو بن پڑھے ہی بہت کچھ سکھا دیتی ہیں۔خاص طور سے زندگی کی کڑوی سچائیاں۔ابا کے مرنے کے بعد میں نے جس طرح سے حالات کے تھپیڑے سہے ہیں،ان ہی تھپیڑوں نے مجھے زندگی کی فلاسفی سمجھا دی۔''

ماریا اس کی باتوں سے متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکی۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہے،غلاما تیزی سے اندر آگیا اور ماریا کو دیکھ کر بولا۔

''میم صاحب وہ لوگ آرہے ہیں۔آپ جلدی سے انہیں ریسیو کرنے باہر آجایئے۔''

''اوکے ہم ابھی آتا ہے۔''

غلاما چلا گیا۔سلام دین گھبرا کے ماریا سے بولا۔

''میم صاحب۔نہ جانے میرا دل کیوں گھبرا رہا ہے۔''

''تم نروس کیوں ہو؟تم ڈولہا ہو۔ڈولہا کبھی نروس نہیں ہوتا۔''

''میم صاحب صاحب۔نہ جانے مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ وہ لوگ مجھے پسند نہیں کریں گے۔''

''شٹ اپ......'' وہ اسے ڈانٹ کر بولی۔''یہ کیسا باتیں کرتا ہے تم۔تم اتنا ہینڈسم ہے،چارمنگ ہے۔وہ کیسے پسند نہیں کرے گا۔تم ابھی یہیں بیٹھو۔ہم باہر جاتا ہے۔ہم جب بلائیں گا تم تبھی باہر آنا۔انڈرسٹینڈ......''

سلام دین نے معصومیت سے سر ہلایا۔وہ باہر چلی گئی۔سلام دین کی گھبراہٹ بڑھنے لگی۔



ہاؤس بوٹ کے چھوٹے سے ڈرائنگ روم میں محی الدین، لڑکی کا بھائی بشیر احمد اور اس کا دوست تنویر ڈار بیٹھے تھے۔ سلمہ اور غلاما ان کی خاطر تواضع میں لگے تھے۔ اتنے میں ماریا آ کے ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ بشیر احمد اور تنویر ڈار کی نگائیں ٹیبل سے ہٹ کر ماریا پر جم گئیں۔

''ہیلو......!'' ماریا نے مسکرا کے کہا۔

وہ دونوں کچھ بولے نہیں بس بغلیں جھانکتے رہے۔ محی الدین، جسے ماریا میں کوئی دلچسپی نہ تھی، بشیر احمد کی طرف پیسٹری کا ایک ٹکڑا بڑھا کر بولا۔

''بخدا۔ ایسا شریف گھرانہ۔ ہاتھ میں چراغ لے کر ڈھونڈنے نکلو گے نا تو بھی نہیں ملے گا۔''

وہ دونوں ہی ہوں ہاں کرتے رہے۔ غلاما جو بہت دیر سے چپ کھڑا تھا، ایک کیک کا ٹکڑا محی الدین کی طرف بڑھا کر بولا۔ ''مہدہ صاحبا۔ تم کچھ لیتے کیوں نہیں؟''

محی الدین نے بڑی نزاکت سے کیک کا ٹکڑا سامنے سے ہٹاتے ہوئے کہا۔

''میری جان۔ آج کل میں نے یہ کیک پیسٹری کھانا کم کر دیا ہے۔''

''وہ کیوں......؟'' غلاما نے چھیڑنے والے انداز میں پوچھا۔

وہ ٹی وی پر بتاتے ہیں نا کہ ان چیزوں کو کھانے سے خون میں کسٹریل پیدا ہو جاتا ہے۔''

''کسٹریل! غلاما نے چونک کر پوچھا۔

''ہاں کسٹریل! جس سے بلڈ ہو جاتا ہے اور پھر ہارٹ اٹیک آ جاتا ہے۔''

سب لوگ ہنس پڑے۔ غلاما ہنستے ہوئے بولا۔ ''ارے تم تو اتنے نازک ہو، تم کو ہارٹ اٹیک تھوڑے ہی آئے گا۔''

''نہیں آئے گا نا؟'' اس نے بے صبری سے پوچھا۔

''نہیں آئے گا۔'' غلاما نے اب کے سنجیدہ ہو کے جواب دیا۔

''تم سچ کہہ رہے ہونا۔؟''

''ہاں! بالکل سچ۔''

''ذرا میری قسم کھا کے کہو۔!''

''میں اور تمہاری قسم کھاؤں۔نہیں۔ یہ میں کبھی نہیں کروں گا۔مہدہ صاحبا۔تمہاری زندگی اتنی سستی نہیں نہیں جسے میں تروپ کے پتے کی طرح استعمال کروں۔''

محی الدین اس جواب سے غلاما پر دل وجان سے فدا ہو گیا۔ وہ اس کی بلائیاں لیتے ہوئے بولا۔

''ہائے صدقے جاؤں تم پہ۔کیا باتیں کرتا ہے میرا چاند۔ میں نے تمہاری شادی کسی کروڑ پتی گھرانے میں نا کرائی تو میرا نام بھی محی الدین نہیں۔''

سب لوگ ہنسنے لگے۔غلام دین نے ماحول کی شگفتگی دیکھ کر بشیر احمد سے کہا۔

''آپ کیوں چپ ہیں۔آپ بھی کوئی بات کیجئے نا۔''

بشیر احمد بھی بولنے میں بڑا تیز وطرار تھا۔محی الدین کی طرف دیکھ کر بولا۔ ''جب دو بزرگ آپس میں باتیں کر رہے ہوں تو چھوٹوں کو بیچ میں بولنا نہیں چاہئے۔''

اس جواب سے تو اور لوگ ہنس پڑے مگر محی الدین ایک دم لال پیلا ہو گیا۔وہ قدرے برہمی سے بولا۔

''اٹھارہ بیس سے زیادہ عمر نہیں ہے میری۔ یہ تو برا ہو نزلہ زکام کا جس کی وجہ سے میرے دو چار بال سفید ہو گئے۔آج بھی لوگ مجھے کشمیر کی کلی کے نام سے بلاتے ہیں۔''

تنویر ڈار جو بہت دیر سے چپ تھا، بڑی معصومیت سے بولا۔ ''کشمیر کی کلی تو شرمیلا ٹیگور کو کہتے ہیں۔''

''ارے وہ تو اب بوڑھی ہو گئی۔ کہاں وہ اور کہاں میں...... میں تو غلاما سے زیادہ سے زیادہ دو چار سال بڑا ہوں۔ کیوں غلاما میں سچ کہہ رہا ہوں نا؟''

''ایک دم سچ......'' غلاما نے ادبتے ہوئے جواب دیا۔اس نے کباب کا ٹکڑا پلیٹ میں ڈال کر اسے بشیر احمد کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''یہ کباب لیجئے نا۔''

''نہیں اب میرا پیٹ بھر گیا۔اب اس میں تل دھرنے کی جگہ نہیں بچی۔اب آپ مہربانی

کر کے لڑکے کو بلا لیجیے۔''

''یوں نہیں بلاؤں گا میں اسے۔ پہلے میں تم لوگوں کو خوب ترساؤں گا۔ پھر اسے بلاؤں گا۔ لوتب تک ایک کپ چائے اور پی لو۔

وہ بادل نخواستہ چائے کا کپ خاموشی سے پینے لگا۔



ڈرائینگ روم میں جہاں قہقہے بکھر رہے تھے، یہاں بیڈروم میں سلام دین کا برا حال تھا۔ جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا، اس کا اسرار بڑھتا جا رہا تھا۔ من سو طرح کے اندیشوں اور وسوسوں سے بے چین ہوئے جا رہا تھا۔ وہ آپ ہی آپ بڑبڑاتے ہوئے بولا۔

''نہ جانے آج مجھے کیا ہو رہا ہے۔ یہ میری سٹی پٹی کیوں گم ہو رہی ہے؟ کیا یہ سب اس لیے ہو رہا ہے کہ آج پہلی بار مجھے شرافت اور اخلاق کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا؟ اگر میں اس کسوٹی پر پورا نہیں اترا تو......؟''

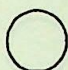
اس خیال کے آتے ہی اس کا جی اوپر تلے ہونے لگا۔ وہ بے بسی اور جھلاہٹ سے اپنی مٹھیاں بھینچ کر بڑبڑایا۔ ''کاش اس وقت مجھے ایک سگریٹ مل جاتا۔ اس کے دو کش لگانے سے میرا دل و دماغ تروتازہ ہو جاتا اور یہ جو ڈر کا آسیب میرے اندر گھس گیا ہے وہ دھوئیں کی مار سے دم دبا کر بھاگ جاتا......''

اس کی نگاہیں بڑی بے چینی سے سگریٹ تلاش کرنے لگیں۔ اچانک تکیے کے نیچے چھپے سگریٹ کے پیکٹ پر اس کی نظر پڑی وہ خوشی سے اچھل پڑا۔ اسے لگا جیسے اسے قارون کا خزانہ مل گیا ہو۔ وہ سگریٹ کے پیکٹ کی طرف لپکا۔ اس نے پیکٹ میں سے ایک سگریٹ نکال کر اسے سلگایا۔ دو کش مارتے ہی وہ چوہے سے شیر بن گیا۔ وہ ایک لمبا سا کش لگا کر اپنے آپ سے مخاطب ہو کے بولا۔

''سلام دین...... تیری تقدیر بلند ہے۔ تیری قسمت کا ستارا جگمگا رہا ہے۔ سمجھ لے تو نے میدان مار لیا ہے۔

جو لڑکی والے تجھے دیکھنے آئے ہیں نا، تیری ایک جھلک سے ہی ڈھیر ہو جائیں گے......''

کہہ کر وہ بڑے بھونڈے طریقے سے ہنسنے لگا۔



چائے ناشتے سے فراغت پاتے ہی بشیر احمد نے محی الدین سے قدرے اوبتے ہوئے کہا۔

''چائے ناشتہ بہت ہو گیا۔ اب ذرا لڑکے کو بلا کر لے آئے۔''

محی الدین نے غلاما کی طرف مڑ کر کہا۔ ''جاؤ غلاما۔ سلام دین کو بلا کر لے آؤ۔''

اس سے پہلے کہ غلاما، سلام دین کو لے کر آئے، ماریا اچانک کھڑی ہو گئی اور غلاما کو روکتے ہوئے بولی۔ ''تم ٹھہرو۔ ہم ڈولہا کو لے کر آتا ہے۔''

کہہ کر وہ بیڈروم کی طرف بڑھ گئی۔ اس کے جاتے ہی بشیر احمد نے غلاما سے پوچھا۔ ''یہ لڑکی کون ہے؟''

''یہ ٹورسٹ ہے!''

''آپ لوگوں کے ساتھ بڑی ہل مل گئی ہے۔'' اس نے چوٹ کرتے ہوئے کہا۔

''جی ہاں...... بڑی نیک خاتون ہے۔ چھوٹا بڑا کچھ نہیں سمجھتی۔ بڑے مالدار گھر کی لڑکی ہے لیکن گھمنڈ رتی بھر بھی نہیں۔''

اتنے میں سلاما جھومتا ہوا باہر آ گیا۔ اس کی چال ڈھال دیکھ کر غلاما کا ماتھا ٹھنکا۔ سلمہ اور محی الدین سکتے میں رہ گئے۔ سلام دین، محی الدین کی طرف لپک کر بولا۔ ''ہائے جانی۔ مجھ سے ڈانس کرو گے؟''

محی الدین ایک چیخ مار کر غلاما کے پیچھے چھپ گیا۔ غلاما بدحواسی کے عالم میں بھائی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اسے غصے سے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

''لالہ...... یہ سب کیا ہے؟''

سلام دین رونی سی صورت بنا کے بولا۔ کیوں ڈانٹ رہے ہو مجھے میرے بھائی۔ آج

میرا دل کرتا ہے میں ناچوں، گاؤں۔'' کہہ کر وہ ناچنے لگا اور ساتھ ہی گانے لگا۔ ''رندہ پوشہ مال گیندئے درایہ لولو۔''

اچانک بشیر بڑبڑا کر بولا۔ ''یہ سب کیا ہے؟''

محی الدین اپنا غصہ غلاما پر اتارتے ہوئے بولا۔ ''یہ سب کیا ہے غلام دین۔ کیا ہے یہ سب؟''

غلاما شرم کے مارے زمین میں گڑھا جارہا تھا۔ سلمہ ایک کونے میں چھپ کر اپنی چھاتی پیٹ پیٹ کر رو رہی تھی۔ ماریا حیرانی سے یہ سارا تماشہ دیکھ رہی تھی۔ بشیر احمد بڑا جھلایا ہوا کھڑا تھا، وہ محی الدین پر بگڑتے ہوئے بولا۔

''محی الدین کیا یہ تماشہ دکھانے کے لیے تم مجھے یہاں لے آئے تھے۔''

''ارے میں تو خود حیران ہوں کہ یہ سب کیا ہے۔'' وہ روہانسا ہو کے بولا۔ ''کل تک جو بات کرنے میں شرماتا تھا، آج شیر کیسے ہو گیا؟ ضرور کسی نے کچھ کھلا پلا دیا ہے اسے۔''

اچانک سلام دین اس کی طرف بانہیں پھیلائے بڑھا اور اسے اپنی بانہوں میں بھرنے کی ایک ناکام کوشش کرتے ہوئے بولا ''میری جان مجھ سے اس طرح دور دور کیوں بھاگتے ہو۔ آخر ہم نے کیا خطا کی جس کی ہمیں یہ سزا مل رہی ہے۔''

محی الدین غلاما پر برس کر بولا۔ ''ارے تم کھڑے کھڑے میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ اسے روکتے کیوں نہیں؟ دیکھو تو میرا نازک کلیجہ کیسے دھک دھک کیے جارہا ہے۔''

''لالہ.....'' غلاما نے سلام دین کو روکنے کی کوشش کی۔ اس نے غلاما کو ایک طرف دھکیل دیا اور پھر وہ محی الدین کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔

''میری جان۔ یہ بے وفائی اچھی نہیں۔ میری جان.....''

کہہ کر وہ چکرا کے زمین پر گر پڑا۔ بشیر احمد غلاما کی طرف غصے اور ناگواری سے دیکھ کر بولا۔ ''مجھے نہیں پتہ تھا کہ تمہارا بھائی شرابی کبابی ہے۔ اللہ نے عین وقت پر اس کی پول کھول کے رکھ دی نہیں تو میری بہن کی زندگی غارت ہو جاتی۔''

''بشیر بھائی آپ میرے بھائی کو غلط سمجھ رہے ہیں۔''

بشیر احمد بھڑک کر بولا۔ ''میں تمہارے بھائی کو غلط سمجھ رہا ہوں۔ تمہارے بھائی کی کرتوتیں تمہارے سامنے ننگی کھڑی ہیں اور تم کہتے ہو کہ میں اسے غلط سمجھ رہا ہوں۔ آدمی غلطی

سے مکھی نگلے تو نگلے، آنکھوں دیکھی مکھی کوئی نہیں نگلتا......''

''مجھے لگتا ہے کہ اس کے اندر کوئی جن، بھوت حلول کر گیا ہے۔'' محی الدین نے تاویل پیش کی۔

''تو چپ رہ۔'' بشیر احمد گرجا۔ ''یہ سب تیری کارستانی ہے۔ تو اس لوچے لفنگے کے پلے میری بہن کو باندھنا چاہتا تھا۔ شرم آنی چاہئے تمہیں۔ آج سے تو میری نظروں سے گر گیا۔ آج کے بعد تو میرے سامنے آنا مت......''

محی الدین بھی ابل پڑا۔ وہ غلاما کی طرف دیکھ کر چلایا۔ ''پڑ گیا تیرا کلیجہ ٹھنڈا۔ کھلوادی مجھے گالیاں۔ ارے اسے نشہ کرنا تھا تو آج ہی کے دن کرنا تھا کیا۔ اپنا منہ تو کالا کر ڈالا ساتھ ہی میرے منہ پر بھی کالک پوت دی۔ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا مجھے۔'' کہہ کر وہ رونے لگا۔

''اب رہنے دو یہ مگرمچھ کے آنسو۔'' بشیر احمد اسے ڈانٹتے ہوئے بولا۔ ''میں تیری ساری شیطانی سمجھ گیا۔ چلو تنویر......''

''چلو......'' تنویر اپنی ٹوپی اٹھا کر بولا۔

وہ دونوں غصے سے پیر پٹخ کر نکل گئے۔ محی الدین بھی جانے لگا تو غلاما اسے روک کر بولا۔ ''مہدہ صاحبا۔''

''ہٹ پرے۔'' وہ بارود کی طرح پھٹ کر بولا۔ ''مر گیا موا مہدہ صاحب۔ دو ٹکے کی عزت ہوگئی میری۔ کل تک کوئی مردود مجھ سے تو تڑاخ کے ساتھ بات نہیں کرتا تھا۔ آج یہ لونڈا بشیر ندرو سب کے سامنے میری سات پشتوں کو لات مار کے چلا گیا۔ یہ سب تمہارے اس نشے باز بھائی کی وجہ سے ہوا۔ سامنے کتنا بھولا بنتا تھا۔ بات ایسے کرتا تھا جیسے منہ میں زبان ہی نہ ہو۔ آج دیکھو تو اپنا اصلی روپ کیسے دکھا گیا۔ اب تیرا بھائی زندگی میں کبھی دولہا نہیں بنے گا۔ یہ ساری زندگی کوراکنوارا ہی رہے گا۔''

''ایسا مت کہو۔'' غلاما تڑپ کر بولا۔

اس سے پہلے کہ محی الدین کچھ کہے، سلام دین پھر کھڑا ہو کر محی الدین کی طرف لپکا اور اسے اپنی بانہوں میں بھرنے کی کوشش کرنے لگا۔

''میری جان۔''

محی الدین کسمسا کر چلانے لگا۔

''ارے بچاؤ۔ارے بچاؤ......''

غلاما سکتے کے عالم میں کھڑا تھا۔محی الدین چلانے لگا۔

''ارے چھوڑ دو۔ارے چھوڑ دو۔!''

''نہیں چھوڑوں گا۔نہیں چھوڑوں گا۔''

محی الدین غلاما پر چیختے ہوئے بولا۔''ارے تم دیدے پھاڑ پھاڑ کے کیا دیکھ رہے ہو۔اس سے پہلے کہ میری بچی کچھی عزت بھی لٹ جائے اپنے اس مشٹنڈے بھائی کو روک لے۔''

غلاما،سلام دین کی طرف لپکا اور اسے کھینچتے ہوئے بولا۔''لالہ اسے چھوڑ دے۔''

''نہیں چھوڑوں گا۔نہیں چھوڑوں گا......''

اب کے غلاما تاؤ میں آ گیا۔وہ غصے کی شدت سے چیخ کر بولا۔

''لالہ میں کہتا ہوں اسے چھوڑ دے۔''

سلام دین کی گرفت اور مضبوط ہوگئی۔اتنے میں سلمہ اور ماریا بھی غلاما کی مدد کے لیے آگے بڑھے۔ان تینوں نے مل کر سلام دین کو محی الدین سے الگ کر دیا۔محی الدین پتے کی طرح تھر تھر کانپ رہا تھا۔اس نے لپک کر اپنی چپل اٹھائی اور وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگنے لگا۔سلام دین نڈھال ہو کر نیچے گرا۔غلام دین اور سلمہ اس کے پاس بیٹھ کر رونے لگے۔ماریا حیران و پریشان تھی کہ آخر یہ سب کچھ کیوں اور کیسے ہو گیا۔کیا سلام دین نے یہ سب کچھ جان بوجھ کر کیا یا انجانے میں۔

یہ سوال اسے بہت دیر تک پریشان کرتا رہا۔



بشیر احمد اور تنویر ڈار نہرو پارک کے بس اسٹاپ پر نشاط جانے والی بس کا بڑی بے چینی سے انتظار کرر ہے تھے کہ اتنے میں سولہ لکرو بو سونگھتا ہوا ان کے پاس پہنچا اور رسمی علیک سلیک کے بعد پوچھا۔

''دیکھ آئے لڑکے کو؟''

بشیر ندور نے تحقیر بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ ''آپ کون حضرت ہیں، میں نے پہچانا نہیں؟''

''میرا نام محمد سلطان لکرو۔ میں سلام دین اور غلام دین کا پھوپھا ہوں۔''

''بڑے شریف زادے ہیں آپ کے یہ رشتہ دار!'' بشیر ندرو اس پر چوٹ کرتے ہوئے بولا۔

''کیوں کیا ہوا؟'' سولہ لکرو نے مضطرب ہو کے پوچھا۔

''وہ جا کے اپنے اس شرابی کبابی رشتہ دار سلام دین سے پوچھو نا جو نشہ کر کے بے سدھ پڑا ہے۔''

اس خبر سے سولہ لکرو کی باچھیں کھل گئیں۔ باہر سے وہ ایسا بنا جیسے اسے اس خبر سے صدمہ پہنچا ہو جب کہ اندر سے اس کے من میں لڈو پھوٹنے لگے۔

''ایک بات بتاؤ بھائی۔'' وہ بشیر ندرو سے بولا۔

''پوچھو......'' اس نے بے رخی سے کہا۔

''میں ٹھہرا ان کا رشتہ دار۔ مجھے آج وہاں ہونا چاہئے تھا کہ نہیں؟''

''ہاں ہونا چاہئے تھا۔''

''میں تھا وہاں؟''

''نہیں......''

''کیوں نہیں تھا۔ میں سمجھا دیتا ہوں۔ دراصل ان لفنگوں کے ساتھ میری بنتی نہیں ہے۔ میں ٹھہرا ایک شریف اور عزت دار آدمی۔ میں ایسے لوچے لفنگوں کے ساتھ میل جول رکھوں تو پتا چلا کہ کوئلے کی کان میں، میں بھی کالا ہو گیا۔ ہے کہ نہیں؟

''بالکل صحیح ......''

''ارے بھائی شکر کرو پروردگار کا جس نے تمہیں ان خبیثوں کے چنگل میں پھنسنے سے بچا لیا۔ دونوں بھائی مہا قلندر ہیں۔ ایک سیر ہے تو دوسرا سوا سیر، یہی وجہ ہے کہ ہماری ان کے ساتھ بنتی نہیں ہے۔''

''ایسے لوگوں سے دور رہنے میں ہی بھلائی ہے۔''

''جانتا ہوں اسی لیے تو ان سے سو گز دور سے نکل جاتا ہوں۔ بھائی تم سے کیا چھپاؤں۔ میں نے ان کم بختوں کی بڑی مدد کی۔ جب ان کے گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا تو میں جاتا تھا، راشن لے کے۔ بات سمجھ میں آئی کہ نہیں؟''

''ہاں آئی......'' اب کے بشیر ندرو اکتا کر بولا۔

''یہ دنیا بڑی خود غرض ہے، جب کچھ نہیں تھا تو تب یہ پھوپھا تھا۔ آج چار پیسے کیا آ گئے تو سر میں خناس بھر گیا۔ بھول گئے اس پھوپھا کو جس نے انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا۔ اس دنیا پر اللہ کا قہر ٹوٹنا چاہیے۔ ہے کہ نہیں۔''

''جی۔ مجھے لگتا ہے میری بس آ گئی میں چلوں'۔

''جیب میں ایک سگریٹ ہے کیا؟''

''جی......''

بشیر ندرو نے بڑی بے دلی سے ایک سگریٹ نکال کر اسے دے دیا۔ سولہ گکرو نے سگریٹ سلگا کر بشیر ندرو سے کہا۔ ''وہ میرا ہاؤس بوٹ ہے۔ کبھی فرصت سے آ جانا۔ بیٹھ کر دو باتیں کر لیں گے۔ ویسے سلام دین کی بات بگڑ گئی اچھا نہیں ہوا۔ بڑی تکلیف ہوئی مجھے خبر سن کے۔ اس کا گھر بس جاتا تو شاید سدھر جاتا۔ چلو اس میں بھی اللہ کی کوئی منشا ہو گی۔''

خوش قسمتی سے اسی وقت ایک آٹو وہاں سے گذرا۔ بشیر ندرو نے اسے روکا اور وہ دونوں جا کر اس میں بیٹھ گئے۔ آٹو میں بیٹھ کر انہوں نے چین کی سانس لی۔

سولہ گکرو فاتحانہ انداز میں سگریٹ کے لمبے لمبے کش لیتا رہا۔

رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ ڈل کے قرب و جوار میں ایک دم مکمل سناٹا چھایا ہوا تھا۔ بس ایک ڈونگا ایسا تھا جہاں سوگ کا سا ماحول طاری تھی۔ سلام دین، غلاما اور سلمہ اب تک سو نہیں پا رہے تھے۔ غلاما اور سلمہ ایک کونے میں بیٹھ کر سسکیاں بھر رہے تھے جبکہ سلام دین ایک مجرم کی طرح سر جھکائے بیٹھا تھا۔ بڑی دیر کے بعد غلاما نے اپنے آنسو پونچھ کر شکایت بھری نظروں سے بھائی کی طرف دیکھ کر کہا۔

''یہ تم نے اچھا نہیں کیا لالہ۔ کل جب یہ بات آس پڑوس میں پھیل جائے گی تو لوگ تھو تھو کریں گے ہم پر۔ تم نے اپنے ماتھے پر رسوائی کی لیبل تو لگا دی، ساتھ میں اپنی بہن کی تقدیر پر بھی بدنصیبی کی مہر ثبت کی۔''

سلام دین رو کر بولا۔ ''میرا یقین کرو غلاما۔ جو کچھ بھی ہوا۔ بخدا انجانے میں ہوا۔''

اب کے سلمہ ابل پڑی۔

''لالہ ہمیں اپنی ان جھوٹی قسموں سے بہکانے کی کوشش مت کرو۔ ارے تم کو شادی کرنی نہیں تھی تو یہ سب ڈرامہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ تم لڑکی والوں سے اپنی من کی بات کہہ دیتے تو قصہ وہیں پہ ختم ہو جاتا۔''

''تم سمجھتی ہو میں جھوٹ بول رہا ہوں۔'' وہ قدرے ترشی سے بولا۔ ''اور وہ...... جو کچھ بھی ہوا ڈرامہ تھا۔ ارے وہ تو کوئی پاگل ہی ہو سکتا ہے جو اپنی رسوائی کو راہِ فرار کے طور پر استعمال کرے۔''

''اگر یہ ڈرامہ نہیں تھا تو پھر کیا تھا؟'' غلاما نے گرم ہو کے پوچھا۔

''یہ میری بدنصیبی تھی جو میری رسوائی کا سبب بن گئی۔ اچھا بھلا میم صاحب کے کمرے میں بیٹھا تھا کہ سگریٹ کی طلب لگ گئی۔ کمرے میں میم صاحب کی ڈبیہ پڑی تھی۔ میں نے اس

میں سے ایک سگریٹ نکال کر سلگایا۔ سگریٹ کے دو چار کش لینے تک مجھے سب کچھ یاد تھا۔ اس کے بعد کیا ہوا مجھے کچھ یاد نہیں۔''

''آخر سگریٹ میں ایسی کون سی جادو کی پڑیا تھی جس نے تمہیں آدمی سے مسخرا بنا دیا۔'' غلاما اس پر چوٹ کرتے ہوئے بولا۔

میں نہیں جانتا اس میں کیا بھرا تھا۔ پر اتنا تو میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس سگریٹ میں کچھ نہ کچھ ملا ہوا تھا۔''

''اس سگریٹ میں کچھ نہیں تھا۔'' غلاما اس کی بات جھٹلاتے ہوئے بولا۔ ''میم صاحب تو دن میں دو دو پیکٹ سگریٹ پیتی ہے۔ اسے تو کبھی کچھ نہیں ہوا۔''

''تم سمجھتے ہو کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں؟''

''اب اگر تم سچ بول رہے ہو تب بھی کیا فرق پڑے گا۔ وہ کہتے ہیں نا اب کیا پچھتائے ہوت، جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ جو رسوائی ہونی تھی وہ تو ہو گئی۔''

''گھر کی بات ہوتی تو شاید گھر میں ہی رہ جاتی۔'' سلمہ نے لقمہ دیا۔

''بات تو گھر سے نکل چکی ہے۔'' غلاما تردد بھرے لہجے میں بولا۔ ''بات گھر سے نکلی تو کوٹھوں چڑھی۔ اب دیکھنا لوگ بات کا بتنگڑ کیسے بنالیں گے۔ اس دن لوگوں نے تمہاری ہنسی اڑائی تھی تو کتنا برا لگا تھا تمہیں۔ اب لوگ کھلی اُڑائیں گے تو کیا کرو گے تم؟''

''ہاں میں کر ہی کیا سکتا ہوں۔ جب اپنوں کو میری بات کا یقین نہیں تو پرائے کیا یقین کریں گے۔''

کہہ کر وہ پھر سے رونے لگا۔ غلاما ندامت سے سر جھکائے بیٹھا رہا۔

باہر موت کی سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ اس خاموشی کو جب سڑک پر گھومنے والے آوارہ کتے بین کرتے ہوئے توڑتے تھے تو غلام دین کا دل دہلنے لگتا تھا۔

کیا اس رات کی کبھی صبح ہو گی؟ اس نے اپنے آپ سے سوال کیا۔



صبح کا وقت تھا۔ باہر ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی۔ ماریا جو روز جلدی اٹھ جایا کرتی تھی آج ٹھنڈ کے مارے بستر میں دبکی پڑی تھی۔ اب تک وہ دو کپ کافی پی چکی تھی۔ لیکن بدن تھا کہ ٹھنڈ کے مارے اینٹھتا ہی جا رہا تھا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر سگریٹ کا پیکٹ نکالا تو اسے خالی پایا۔ معاً اسے یاد آ گیا کہ اس نے دوسرا پیکٹ تکیے کے نیچے چھپا کر رکھا ہے۔ جونہی اس نے تکیے کے نیچے سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر اسے کھولا تو وہ چونک پڑی۔ پیکٹ میں سے ایک سگریٹ کم تھا۔ وہ اپنے ذہن پر زور ڈالنے لگی کہ اس نے پیکٹ میں سے ایک سگریٹ کب نکالا۔ دفعتاً اس کے ذہن میں ایک کوندا سا لپکا اور وہ تقریباً چلا کر بولی۔ ''او......نو......!''

اس نے رضائی ایک طرف پھینک دی اور وہ دروازے کی طرف بڑھ کر سلام دین کو آواز دینے لگی۔ سلام دین تو نہیں تھا البتہ غلام دین باہر بیٹھا فرنیچر صاف کر رہا تھا۔ وہ آواز سن کر ماریا کے کمرے کی طرف لپکا اور تیزی سے بولا۔ ''یس میڈم......''

''سلام دین کدھر ہے؟''

''وہ ڈونگے میں بیٹھا ہے۔ کیوں کوئی کام ہے اس سے۔؟''

''یس، یس...... .Call him اسے جلدی بلا کر لے آؤ!''

غلاما گھبرا کے سلام دین کو بلانے گیا۔ ماریا بڑی بے چینی سے کمرے میں ٹہلتی رہی۔ جونہی گھبرایا ہوا سلام دین اندر آیا تو اس نے ڈرتے ڈرتے ماریا سے پوچھا۔ ''آپ نے مجھے بلایا میم صاحب؟''

''ہاں......ہم بلایا......تم یہ پیکٹ کھولا؟''

''ہاں میم صاحب!'' وہ نظریں جھکا کر بولا۔

''تم جانتا اس میں کیا ہے؟'' اس نے بیزاری سے پوچھا۔ ''ہاں میڈم.... اس میں

سگریٹ ہے۔'' وہ بڑی بے پروائی سے بولا۔

''سگریٹ میں کیا ہے؟''

''تمباکو ہے!''

''تمباکو میں کیا ملا ہے؟''

''ہم کو نہیں معلوم میم صاحب۔''

''تم کو نہیں معلوم...... تمباکو میں حشیش ملا ہے۔ حشیش سمجھتا کیا ہے؟''

''ہاں میم صاحب......''

''تم کو پتا ہے تم کیا کیا۔ حشیش سے بھرا سگریٹ پیتا جس کی وجہ سے تم ڈانس کرنے لگا۔''

یہ بات سن کر غلاما پہلے چونکا پھر ندامت سے اس کا سر جھک گیا۔ سلام دین چبھتی نظروں سے غلاما کی طرف دیکھ کر بولا۔

''یہی تو میں ان سے کہہ رہا تھا پر یہ لوگ ماننے کے لیے تیار ہی نہیں تھے۔ یہ سوچتے ہیں کہ میں شادی کرنا نہیں چاہتا تھا سو میں نے یہ ڈھونگ کیا۔''

''ڈھونگ۔؟'' اس نے چونک کے پوچھا۔

''ڈھونگ مطلب ڈرامہ۔''

''نو، نو...... تم جو کچھ کیا حشیش کی وجہ سے کیا۔ اس میں تمہارا کوئی Mistake نہیں۔ ہمیں ڈولہن کے بھائی کو یہ سب بتانا چاہئے۔ غلاما کل تم میرے ساتھ چلے گا؟''

''کہاں میم صاحب؟''

''ڈولہن کے گھر۔ ہم اس کے بھائی کو سمجھائے گا۔''

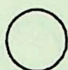
''ٹھیک ہے میم صاحب۔''

''اللہ کا شکر ہے کہ سچائی سامنے آ گئی۔'' سلاما طمانیت بھری سانس لے کر بولا۔ ''نہیں تو یہ لوگ ساری زندگی مجھے یہی طعنے مارتے رہتے کہ میں نے ڈھونگ کیا، ناٹک کیا۔''

''ہم سب کلیئر کر دے گا۔ سب......'' ماریا اسے تسلی دے کر بولی۔

غلاما شرم سار ہو کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ سلاما نے تشکر بھری نظروں سے ماریا کی طرف دیکھا اور پھر وہ تیزی سے کمرے سے باہر چلا گیا۔

وہ اب اپنے آپ کو بہت ہی ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔



دن ڈھلتے ہی موسم پھر سے سہاؤنا ہو گیا۔ دھوپ نکلتے ہی ٹھنڈ کم ہو گئی۔ بشیر احمد ندرو گھر کے لان میں پڑا جھاڑ جھنکا ہٹا رہا تھا کہ ماریا، غلاما کے ساتھ اندر آئی۔ ان کو دیکھ کر بشیر نے اپنی تیوریاں چڑھالیں۔ اور ان کی طرف بڑی بیزاری اور ناگواری سے دیکھنے لگا۔

''سلام علیکم۔'' غلاما نے آگے بڑھ کر کہا۔

''وعلیکم سلام۔ کہیے، کیسے تشریف لے آئے؟''

''پہلے کہیں تشریف تو رکھنے دیجئے۔'' غلاما مسکرا کے بولا۔

بادلِ نخواستہ وہ تین کرسیاں اٹھا کر لے آیا۔ تینوں جب کرسیوں پر بیٹھ گئے تو بشیر احمد نے بے تابی سے پوچھا۔

''کہیے کیسے آنا ہوا۔؟''

''بشیر بھائی۔ ہم آپ کی غلط فہمی دور کرنے آئے ہیں۔

''غلط فہمی میری نہیں اپنی دور کیجئے۔'' وہ بدک کر بولا۔

غلاما اس کے اس روکھے برتاؤ سے جی مسوس کر رہ گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہے ماریا بیچ میں بول پڑی۔

''بہت Misunderstanding ہوا ہے۔''

''مطلب......؟'' بشیر نے برا سا منہ بنا کر پوچھا۔

ماریا نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر اسے دکھاتے ہوئے پوچھا۔

''یہ کیا ہے۔؟''

''سگریٹ کا پیکٹ ہے۔!'' اس نے بے رخی سے جواب دیا۔

''اس میں کیا ہے۔؟''

''کمال ہے۔!'' وہ بپھر کر بولا۔ ''یہ بھی کوئی سوال ہے۔ سگریٹ کے پیکیٹ میں سگریٹ ہوں گے، سونے کی چھڑیاں تو نہیں ہوں گی۔''

ماریا نے ایک سگریٹ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''ذرا اسے سونگھو۔!''

''کس لیے۔؟'' وہ چڑ کر بولا۔

''تم سونگھو تو سہی......!''

بشیر نے جب سگریٹ کو سونگھا تو اس نے عجیب سا منہ بنا کے پوچھا۔

''یہ اس میں کیا ہے۔؟''

''یہ حشیش ہے۔''

''یہ سب مجھے دکھانے کے لیے کیوں لائی ہیں آپ۔؟''

''اس لیے کہ کل جو کچھ ہوا وہ اس سگریٹ کی وجہ سے ہوا۔''

''میں کچھ سمجھا نہیں۔''

''ہم سمجھاتا ہے۔ اگر تم یہ سگریٹ پیئے گا تو تم ابھی ڈانس کرے گا۔ کل سلام دین By mistake ایک سگریٹ پیتا تو وہ ہم سب کے سامنے ڈانس کیا۔''

''بشیر بھائی۔ کل لالہ نے غلطی سے یہ سگریٹ پیا۔ اس کے بعد کیا ہوا یہ تو آپ جانتے ہیں۔''

بشیر ندور نے طنزیہ نظروں سے غلاما کی طرف دیکھ کر کہا۔ ''بڑی اچھی کہانی گڑھ کے لائے ہو۔ اپنے بھائی کے گناہوں پر پردہ ڈالنے کے لیے خوب محنت کی ہے تو لوگوں نے۔''

''تم سمجھتے ہو ہم جھوٹ بول رہے ہیں۔'' وہ تڑخ کر بولا۔

''جھوٹ...... وہ بھی گھٹیا قسم کا......'' بشیر ندرو بپھر کر بولا۔

''ایسا جھوٹ بول کر تم اوروں کو الو بنا سکتے ہو، مجھے نہیں۔ میں نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ میں آدمی کا چہرہ پڑھ کے ہی بتا سکتا ہوں کہ وہ کتنا پانی میں ہے۔''

''بشیر بھائی تم گھر آئے مہمان کی توہین کر رہے ہو۔'' غلاما چراغ پا ہو کے بولا۔

''توہین تو اس کی ہوتی ہے جس کی کوئی عزت ہو۔ تم لوگوں نے عزت اور شرافت کو بیچ کے کھایا ہے۔ کوئی بھی غیرت مند بھائی اپنی بہن کو تم لوگوں کے گھر کی بہو بنانے کی بجائے اس کا گلا گھونٹنا پسند کرے گا......''

غلاما کی آنکھیں بھر آئیں۔ وہ شدت جذبات سے تڑپ کر بولا۔

''آج تک کسی نے ہمیں اس طرح ذلیل نہیں کیا جس طرح تم نے مجھے کیا۔''

''کیا ہوا۔ کیا پرابلم ہے اب؟'' ماریا نے مضطرب ہو کے پوچھا۔

بشیر ندرو ماریا پر چڑھ کر بولا۔ ''میڈیم۔ تم نہ کسی لینے میں نہ دینے میں۔ کیوں زبردستی دوسروں کے پھٹے میں اپنی ٹانگ پھنسا رہی ہو۔''

ماریا نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے غلاما کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''یہ کیا بولتا ہے......؟''

''کچھ نہیں میڈم۔ چلو چلیں۔''

"But Why?"

''وہ سمجھتا ہے ہم جھوٹ بول رہے ہیں۔!''

ماریا کو ایک دھچکا سا لگا۔ وہ خشم سے بشیر کی طرف دیکھ کر بولی۔

''تم سمجھتا ہے ہم جھوٹ بولتا ہے۔''

بشیر ندرو برافروختہ ہو کے بولا۔

''سنو میڈم۔ ہمارا آپسی معاملہ ہے۔ تم پرائی آگ میں نہ کودو تو اچھا ہے۔ تمہاری صحت کے لیے بھی اور ہماری صحت کے لیے بھی۔''

''ہم تب تک یہاں سے نہیں جائے گا جب تک تم شادی کے لیے Yes نہیں کہے گا۔'' وہ اڑ کر بولی۔

''میں اس لفنگے کے ساتھ اپنی بہن کی شادی کروں۔ دماغ پھر گیا ہے آپ کا۔''

''سلام دین لفنگا نہیں۔ وہ بہت جنٹل آدمی ہے۔''

''وہ اتنا جنٹل ہے تو آپ اس سے شادی کیوں نہیں کرتیں؟'' اس نے اسے للکارا۔

''تم ہم کو چیلنج کرتا ہے؟''

''ہمت ہے تو شادی کر کے بتا دو نا۔''

''اگر تم سمجھتا ہے کہ ہم سلام دین سے شادی نہیں بنائے گا تو سنو۔ ہم سلام دین سے شادی بنائے گا۔''

''میم صاحب آپ؟'' غلاما حیرت سے ماریا کی طرف دیکھنے لگا۔

’’یہ سمجھتا ہے کہ یہ اپنی سسٹر کی شادی سلام دین کے ساتھ نہیں بنائے گا تو کوئی نہیں بنائے گا۔ہم بنائے گا۔یاد رکھنا ہم بنائے گا۔چلو غلاما۔"Let us go now."

وہ اٹھ کر چل دئے۔بشیر احمد ندرو کھولتا رہ گیا۔



غلاما کے پاؤں زمین پر نہیں پڑ رہے تھے۔ اس کا من کر رہا تھا کہ اس کے پنکھ نکل آئیں اور وہ اڑ کر اپنے گھر پہنچ جائے۔ وہ یہ خوش خبری سنانے کے لیے بے چین و بے تاب ہوئے جا رہا تھا۔

خدا خدا کر کے وہ نہرو پارک گھاٹ پر پہنچے۔ اس نے جلدی سے ماریا کو شکارے میں بٹھا دیا اور خود وہ ایک جست لگا کر کشتی میں بیٹھ گیا۔ ناؤ ایک پل کے لیے غیر متوازن ہوگئی۔ ماریا کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ اسے غلاما کے اس لا ابالی پن پر غصہ بھی آیا اور پیار بھی۔ غلاما چپو ہاتھ میں لے کر شکارے کو تیزی کے ساتھ گھر کی جانب دوڑانے لگا۔

جونہی شکارا ہاؤس بوٹ سے لگ کر کھڑا ہو گیا تو غلاما پھدک کر سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر آگیا اور اوپر آکر وہ زور زور سے سلام دین کو آواز دینے لگا۔

''لالہ۔ او لالہ۔ کہاں ہو تم۔ لالہ۔!''

سلمہ گھبراتے ہوئے ڈونگے سے باہر آگئی۔ غلاما کو یوں پھدکتے دیکھ کر اس نے بڑی بے تابی سے پوچھا۔

''کیا بات ہے بھائی۔ اس طرح پھدک کیوں رہے ہو؟''

غلاما نے سلمہ کو اپنی بانہوں میں بھرتے ہوئے مدہوشی کے انداز میں کہا۔

''سلمہ آج میں بہت خوش ہوں۔ بہت خوش۔ لالہ کہاں ہے؟''

''وہ علی کاک کے ہاؤس بوٹ میں بیٹھا ہے۔ اسے بلا کر لاؤں کیا؟''

''ہاں سلمہ اسے فوراً بلا کر لے آؤ!''

''پر بات کیا ہے۔ کیا لڑکی والے رشتے کے لیے راضی ہو گئے؟''

''ارے ان کو مار گولی۔ ان کی بات کون کرتا ہے۔''

''تو پھر کیا بات ہے؟''

''سلمہ جو بات میں تمہیں سنانے والا ہوں۔ تم سنوگی نا تو مارے خوشی کے جھومنے لگو گی۔''

''ایسی بات ہے تو جلدی سے سناؤ نا!''

''سلمہ تمہیں میم صاحب کیسی لگتی ہے؟''

''میم صاحب کا کیا کہنے۔ وہ تو لاکھوں میں ایک ہے۔''

''فرض کرلو کہ کل میم صاحب تمہاری بھابی بن جائے تو......!''

''تو کیا......؟'' اس کا منہ مارے خوشی اور حیرت کے کھلا کا کھلا رہ گیا۔

''ہاں سلمہ۔ میم صاحب لالہ سے شادی کرنے کے لیے تیار ہے۔''

''تم سچ کہہ رہے ہونا بھائی۔؟''

''ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ خود ہی جا کے پوچھ لونا۔''

''پوچھنا کیا ہے۔ میں لالہ کو بلا کر لے آتی ہوں۔''

وہ تیزی سے باہر چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی ماریا کمرے سے باہر آگئی۔ اس نے غلاما کو اپنے پاس بلا کر پوچھا۔ ''تم سلمہ کو ہمارا شادی کا بات بتا دیا۔؟''

''ہاں میم صاحب۔''

''وہ کیا بولی؟''

''بولتی کیا۔ وہ تو یہ خبر سن کر خوشی سے پاگل ہوگئی۔''

''سلام دین یہ خبر سنا؟''

''نہیں۔ وہ گھر میں نہیں ہے۔ سلمہ اسے بلانے گئی ہے۔ وہ جب آئے گا تو یہ خوش خبری آپ ہی اسے سنا ڈالنا۔''

''تم کیا سمجھتے ہو۔ کیا وہ ہم سے شادی بنائے گا؟'' وہ تردد بھرے لہجے میں بولی۔

''کیوں نہیں کرے گا شادی۔ ارے آپ جیسی بیوی تو کسی نصیب والے کو ہی مل سکتی ہے۔''

اس بات سے ماریا کو ڈھارس بندھ گئی۔ اسی بیچ سلام دین، سلمہ کے ساتھ اندر گیا۔ سلام دین غصے سے بھرا ہوا تھا۔ اس نے غلاما کی طرف تیکھی نظروں سے دیکھ کر کہا۔

''یہ میں کیا سن رہا ہوں؟''

''لالہ تم نے جو کچھ سنا ٹھیک سنا۔ میم صاحب تم سے شادی کرنا چاہتی ہے۔''

''کیا میں اس مہربانی کی وجہ جان سکتا ہوں؟'' اس نے رکھائی سے پوچھا۔

''مہربانی۔ کیسی مہربانی۔ لالہ یہ تم کیسی باتیں کررہے ہو؟''

''غلاما......'' وہ رقت آمیز لہجے میں بولا۔ ''میں مانتا ہوں کہ میں بھولا ہوں، بدھو ہوں، پر اتنا زیادہ بھی نہیں ہوں جتنا تم لوگ مجھے سمجھتے ہو۔ تم تو لڑکی والوں کی غلط فہمی دور کرنے گئے تھے، وہاں کیا ہوا۔؟''

بشیر ندرو کا خیال آتے ہی غلاما کی آنکھیں شعلہ بار ہوگئیں اور وہ غصے سے مٹھیاں بھینچ کر بولا۔

''ہونا کیا تھا۔ اس بشیر ندرو کمبخت نے ذلیل کیا ہمیں۔ بے عزت کرکے گھر سے باہر نکال دیا۔''

''اوہ! اب میں سمجھا کہ یہ میم صاحب کو اچانک مجھ پر دیا کیوں آگئی۔''

''سلاما۔ غلاما کو Accuse مت کرو۔!'' ماریا احتجاجی انداز میں بولی۔ ''شادی کا فیصلہ ہم کیا۔ یہ فیصلہ ہم کسی Sympathy یا mercy میں نہیں کیا۔''

''میم صاحب۔ جلد بازی میں لیا گیا کوئی بھی فیصلہ، فیصلہ نہیں ایک جذباتی ردعمل ہوتا ہے۔ اس سے پہلے کہ کل آپ کو اپنے اس فیصلے پر پچھتانا پڑے، میری آپ سے یہی درخواست ہے کہ آپ اس خیال کو ذہن سے نکال دیجئے۔''

But Why?

''وہ اس لیے کہ مخمل میں ٹاٹ کا پیوند نہیں لگتا۔ آپ کے اور میرے درمیان اتنا ہی فرق، فاصلہ ہے، جتنا زمین اور آسمان کے بیچ۔ زمین اور آسمان کا کبھی ملن نہیں ہوا ہے......''

''جو پہلے نہیں ہوا وہ اب ہوگا۔'' ماریا کے لہجے میں جوش اور اعتماد بھرا ہوا تھا۔ اس نے سلام دین کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ ''میں ماریا والکر تم سے شادی بنائے گا۔ اس ہاؤس بوٹ میں تمہارے ساتھ رہے گا اور تم کو بہت بہت Love کرے گا۔''

''لالہ میم صاحب، بہت اچھی لڑکی ہے۔ یہ سچ مچ تم کو بہت پسند کرتی ہے۔''

''لالہ۔ اس کا دل مت توڑو۔'' سلمہ روہانسی ہوکے بولی۔

''ایسی بیوی، چراغ ہاتھ میں لے کر ڈھونڈنے نکلو گے تو بھی نہیں ملے گی۔ اسے ٹھکراؤ مت لالہ......اسے ٹھکراؤ مت۔''

''کہو کہ تم مجھ سے شادی بنائے گا۔ کہو سلام دین!''

سلام دین ایک دم پگھل گیا۔ اس نے جذباتی ہوکر ماریا کے ہاتھوں کو چوما۔ غلاما اور سلمہ کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے۔ ماریا بھی سلام دین کے پیار میں شرابور ہوگئی۔



شام کی لالی افق کے گالوں پر ایسے پھیل گئی تھی جیسے کسی مصور کے ہاتھوں سے لال رنگ کا ڈبہ چھوٹ گیا ہو اور سارا رنگ کینواس پر پھیل گیا ہو۔

اس مدہوش سی شام میں اگر کوئی پریشان اور آزردہ نظر آرہا تھا تو وہ سولہ ککرو تھا جو نہرو پارک کے گھاٹ کے بغل میں کھڑی چنار کے نیچے بیٹھا حقہ گڑگڑا رہا تھا۔ اس کے اگل بغل میں دو چار مانجھی بیٹھے تھے۔ سولہ ککرو کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ وہ بڑا بے چین اور بے قرار نظر آرہا تھا۔ بغل میں بیٹھے ایک آدمی نے اس سے پوچھا۔

''کیا یہ سچ ہے کہ سلاما کسی میم سے شادی کرنے والا ہے؟''

یہ بات سن کر سولہ ککرو کو جیسے الٹی آگئی۔ وہ عجیب سا منہ بنا کر بے رخی سے بولا۔

''جسے اپنی برادری کی لڑکی نہ ملے اس سے کوئی میم کیا شادی کرے گی۔ ایسے ہی کسی نے بے پر کی اڑائی ہوگی۔''

''یہ خبر جھوٹی نہیں ہے کاکا۔'' دوسرا بڑے رازدارانہ لہجے میں بولا۔ ''وہ جو انگریزن اس کے ہاؤس بوٹ میں ٹھہری ہے وہی اس سے شادی کرنے والی ہے۔''

''وہ۔!'' سولہ ککرو جل کر بولا۔ ''وہ ایک نمبر کی چالو ہے۔ اس نے میرے بیٹے پر سب سے پہلے ڈورے ڈالے تھے، جب اس نے گھاس نہیں ڈالی تو سلاما کو پٹا لیا۔ وہ سمجھتا ہوگا کہ میم کو پٹا کر اس نے بہت بڑا تیر مار لیا۔ جب یہ لڑکی اپنے رنگ ڈھنگ دکھانے لگے گی تو سر پکڑ کر روئے گا وہ۔''

''وہ کیوں......؟''

''وہ اس لیے کہ لڑکی مشکوک ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ اس کی کسی اسمگلر گروپ سے سانٹھ گانٹھ ہے۔ سلام دین بری طرح پھنس جائے گا۔ ایسا پھنس جائے گا کہ کوئی اسے بچا نہیں پائے گا۔''

''پھنس وہ جائے گا تو تم کیوں پریشان ہو رہے ہو۔؟'' ایک آدمی نے اسے چڑاتے

ہوئے پوچھا۔

''پریشان ہو جائے میری جوتی۔'' وہ ابل پڑا۔ ''میں کیوں پریشان ہو جاؤں۔ سلام دین کے برے دن آ گئے ہیں جو وہ میم سے شادی کرنے چلا ہے۔ جب آدمی کا برا وقت آتا ہے تو وہ الٹے سیدھے کام کرنے لگتا ہے۔ جس طرح چیونٹی کی موت جب قریب ہوتی ہے تو اس کے پر نکل آتے ہیں اسی طرح کسی مانجھی کی نیا ڈوبنے والی ہوتی ہے تو وہ اپنی برادری کو چھوڑ کر کسی میم سے شادی کر لیتا ہے۔''

''پر کاکا آج تک ہماری برادری میں جس کسی نے بھی باہر کی لڑکی سے شادی کی، وہ تو خوش ہے۔!''

سولہ ککرو بادل کی طرح پھٹ کر بولا۔

''تو کیا سب کا وکیل بنا ہوا ہے۔؟ تم جیسے لوگوں نے ہی اپنی برادری کا بیڑہ غرق کر کے رکھ دیا۔ اپنی لڑکیاں کنواری پڑی سڑ رہی ہیں اور تم جیسے لوگ انگریزی لڑکیوں سے شادی کرنے کی وکالت کرتے ہو۔ میں کہتا ہوں آخر سلام دین کو میم سے شادی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا یہاں لڑکیوں کی کوئی کمی ہے؟''

''میں ایسا کیا کہہ دیا جو تم اتنے گرم ہو گئے؟'' بغل میں بیٹھے آدمی نے دبی زبان سے پوچھا۔

سولہ ککرو جس کا پارہ گرم تھا، بپھرائے ہوئے انداز میں بولا۔

''دیکھو۔ اب مجھے زیادہ تاؤ نہ دلا۔ بخدا اس وقت میرا دماغ پھر گیا ہے۔ اب کے اور کچھ چیں چپڑ کی...... نا تو قسم مولا کی کشتوں کے پشتے لگ جائیں گے یہاں۔''

وہ آدمی سولہ ککرو کے غضب ناک تیور دیکھ کر واقعی ڈر گیا۔ اس نے وہاں سے کھسکنا ہی مناسب سمجھا۔

اس کے جاتے ہی باقی کے آدمی بھی دھیرے دھیرے وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ اب کہ سولہ ککرو اکیلا رہ گیا۔ وہ ایک شکست خوردہ سپاہی کی طرح اپنا ماتھا پیٹ کر بڑبڑایا۔

''یہ دونوں بھائی کب تک میری چھاتی پر مونگ دلتے رہیں گے۔؟ میرے دو دو جوان بیٹے کنوارے پڑے سڑ رہے ہیں اور یہ شیخ چلی کی اولاد میم سے شادی کرنے چلا ہے۔''

کہہ کر وہ غصے اور صدمے کی ملی جلی کیفیت سے بہت دیر تک بڑبڑ کرتا رہا۔



رات نے جولا ہی اپنے سیاہ گیسو پھیلا دیئے تو سلام دین گرما گرم چکن سوپ لے کے ماریا کے کمرے کی طرف بڑھا جو اپنے کمرے میں بیٹھی ٹی.وی. دیکھ رہی تھی۔ سلام دین کو اندر آتے دیکھ کر اس نے بڑی بے تابی سے پوچھا۔

''یہ تم ہمارے لیے کیا لایا؟''

''میم صاحب۔ ہم آپ کے لیے گرم گرم چکن سوپ لے آیا۔''

وہ خوش ہو کے بولی۔ ''تم ہمارا کتنا خیال رکھتا ہے۔''

''خیال تو رکھنا ہی پڑے گا۔ آخر آپ ہماری میم صاحب جو ٹھہری۔''

''او! ہاؤ سویٹ۔'' وہ ریشہ خطمی ہو کے بولی۔ ''اچھا ایسا کرو۔ تم سوپ کا ایک بول اور لے کے آؤ!''

''وہ کس لیے میم صاحب؟''

''آج تم، ہمارا ساتھ بیٹھ کر سوپ پیئے گا۔''

''ہم الگ سے نہیں پیئے گا۔'' وہ شرارتی نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر بولا۔ ''پئے گا تو اسی بول سے پیئے گا۔''

''وہ کیوں؟'' اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''وہ اس لیے کہ ایک دوسرے کا جھوٹا کھانے سے آپس میں پیار بڑھتا ہے۔''

''ایسا......؟'' اس نے بڑے دلیرانہ ادا سے پوچھا۔

''ہاں میم صاحب؟''

''تو پہلے تم پیو، پھر ہم پیے گا۔''

''نہیں میم صاحب۔ پہلے آپ پیو گے، پھر ہم پیے گا۔''

''وہ کیوں؟''

''وہ اس لیے کہ جب آپ کے ہونٹ اس سوپ کو چھوئیں گے تو یہ اور مزیدار بنے گا۔''

ماریا اس جواب سے ہنس پڑی۔

''تم بہت رومانٹک باتیں کرتا ہے۔''

''پہلے نہیں کرتا تھا لیکن جب سے آپ مجھے پسند کرنے لگیں میں بڑا رومانٹک ہو گیا ہوں۔بس رات دن آپ ہی کے خیالوں میں کھویا رہتا ہوں۔''

''ہم چاہتا ہے کہ ہم تمہارے ساتھ جلدی سے شادی بنائیں۔پھر تم کو اپنے ساتھ لندن لے کر جائے۔''

''لنڈن؟''اس نے چونک کے پوچھا۔

''ہاں لنڈن!''

''ہم لنڈن نہیں جائے گا!''وہ خفا ہو کے بولا۔

''کیوں۔کیوں نہیں جائے گا؟''اس نے متعجب ہو کے پوچھا۔

''ہم اگر آپ کے ساتھ لندن چلا گیا تو ہمارے بھائی بہن کا خیال کون رکھے گا۔سلمہ کی شادی کون کرائے گا؟''

''غلاما کرائے گا نا!''اس نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔

''ارے وہ کیا کرائے گا۔ابھی تک اس کے دودھ کے دانت نہیں ٹوٹے۔چار ہاتھ کے قد کاٹھ سے کوئی بڑا نہیں ہوتا۔''

''تم اپنے بھائی بہن سے بہت پیار کرتا ہے نا۔؟''

''ہاں میم صاحب۔''وہ جذباتی ہو کے بولا۔''میں اپنے بھائی بہن کو اپنی جان سے بھی زیادہ پیار کرتا ہوں۔میں نے ان دونوں کو بچوں کی طرح پالا ہے۔ان کی ایک مسکان میری زندگی میں خوشیاں بکھیر دیتی ہے اور ان کا ایک آنسو میری دنیا میں تلاطم مچا سکتا ہے۔آپ بھی میرے بھائی بہن سے اتنا ہی پیار کرو گی نا......''

"Why not."وہ پُراعتماد سے بولی۔تمہارا بھائی تمہاری بہن بہت اچھا ہے۔''

اس جواب سے سلام دین کا دل باغ باغ ہوا۔

''میں جانتا تھا آپ بھی غلاما اور سلمہ سے اتنا ہی پیار کرو گی جتنا میں کرتا ہوں۔''وہ خوشی

سے سرشار ہو کے بولا۔ اچانک اسے کچھ یاد آ گیا اور اس کے منہ سے ایک دبی ہوئی چیخ نکل گئی۔

''او گاڈ.....''

''کیا ہوا؟'' ماریا نے گھبرا کے پوچھا۔

''میم صاحب میں نے آپ کو باتوں میں لگایا اور ادھر آپ کا سوپ ٹھنڈا ہو گیا۔''

''تو کیا ہوا؟'' وہ بے پروائی سے بولی۔ ''ہم آج ٹھنڈا سوپ ہی پیئے گا۔''

کہہ کر اس نے سوپ کا بول ہاتھوں میں لیا اور پھر اسے آدھا خالی کر کے یہ بول سلاما کی طرف بڑھا دیا۔ دونوں رومانٹک انداز میں ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کر مسکراتے رہے۔



صبح کا وقت تھا۔ بلوارڈ روڈ پر معمول کی طرح خاصی چہل پہل تھی۔ نہرو پارک گھاٹ پر حسبِ معمول شکارے والوں کا جمگھٹا لگا تھا۔ سولہ لکرو اپنے دو چار چیلے چانٹوں کے ساتھ نہرو پارک کے سامنے والی چنار کے نیچے بیٹھا گپیں ہانک رہا تھا۔ اسی وقت سلام دین ماریا کے ساتھ کشتی سے اتر کر سڑک پر آ گیا۔ ان دونوں کو دیکھ کر سولہ لکرو کے چہرے کا رنگ دگرگوں ہونے لگا۔ وہ اپنے ذہنی تناؤ اور بدحواسی کو چھپانے کے لیے پاس بیٹھے ایک آدمی سے حقہ چھین کر اس کے لمبے لمبے کش لینے لگا۔ سلام دین اور ماریا بانہوں میں بانہیں ڈالے ان ہی کی جانب بڑھ رہے تھے۔

''واہ کیا تقدیر پائی ہے سلام دین نے۔'' سولہ لکرو کے پہلو میں بیٹھے رشید نے رشک بھری نظروں سے ان کی طرف دیکھ کر کہا۔ ''واقعی قسمت کا دھنی ہے۔ بشیر ندرو نے اپنی بہن کا ہاتھ، اس کے ہاتھ میں دینے سے انکار کردیا تو میم نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ کیا جوڑی لگتی ہے دونوں کی...... ایسا لگتا ہے......''

سولہ لکرو نے برافروختہ ہوکر اس کا جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی اس کے منہ میں زبردستی حقے کی نے ٹھونس دی اور اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورتے ہوئے بولا۔

''یہ لے حقہ پی۔ انگریز لڑکی کو کیا دیکھا جیسے کسی حور پری کو دیکھا۔ ارے پندرہ سال پہلے جب میں بمبئی جاتا تھا تو ایسی بیسیوں لڑکیاں ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑی رہتی تھیں...... ایک کہتی تھی مجھ سے شادی کرلو۔ دوسری کہتی تھی مجھ سے......''

''تو تم نے شادی کیوں نہیں کی۔؟'' رشید نے بے ساختہ پوچھا۔

''یہ زیادہ دنوں تک گھر ٹکنے والی نہیں ہوتیں......''

اتنے میں سلام دین، ماریا کے ساتھ سامنے جا کے کھڑا ہو گیا۔

''سلام علیکم پھوپھا!''

سولہ لگرو جل کر بولا! ''آج پھوپھا کیسے یاد آیا۔ بشیر ندرو کے یہاں جب رشتے کی بات چلائی، تب پھوپھا کیوں نہیں یاد آ گیا۔ جانتے ہو تمہارے پیچھے کیا کیا خرافات بک کے گیا وہ۔ اس دن خون کھول اٹھا میرا۔ لوگ بیچ بچاؤ نہ کرتے تو میں اس خبیث کا خون پی جاتا۔''

''وہ اس دن کچھ گڑبڑ ہوگئی تھی۔'' سلام دین گڑ بڑا کے بولا۔ ''خیر اب تو وہ قصہ ہی ختم ہو گیا۔ اب اسے دہرانے سے کیا فائدہ۔''

''تم اسے بھول سکتے ہو۔ میں نہیں بھول سکتا۔ آخر پھوپھا ہوں تمہارا۔''

"Who is he?" ماریا نے بے چین ہو کے پوچھا۔

''یہ میرا انکل ہے۔ سلطان کا ک......''

''ہیلو۔!'' ماریا نے مسکرا کے سولہ لگرو سے کہا۔

''میم صاحب ایک منٹ۔'' اس نے سلام دین کو ایک طرف لے جا کر کہا۔ ''مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔ اکیلے میں۔''

وہ اسے ایک طرف لے جا کے بڑے اپنائیت بھرے لہجے میں بولا۔

''دیکھو۔ میں تمہارا رشتہ دار ہوں۔ تمہارا برا بھلا سوچنا میرا فرض ہی نہیں، ذمہ داری ہے۔ یہ جو لڑکی ہے نا اس کے رنگ ڈھنگ مجھے کچھ ٹھیک نظر نہیں آ رہے ہیں۔''

''نہیں نہیں سولہ کا کا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ لڑکی بڑی اچھی اور نیک ہے۔!''

سولہ لگرو جل کر بولا۔

''میں نے تم سے سرٹیفکیٹ نہیں مانگا۔ کیا جانتے ہو تم اس لڑکی کے بارے میں۔ اس کے ماں باپ سے ملے تم؟''

''نہیں۔''

''تو پھر تم کیسے کہہ رہے ہو کہ یہ لڑکی نیک اور پارسا ہے ہے۔''

''چہرہ دل کا آئینہ ہوتا ہے پھوپھا۔ چہرے سے آدمی کی فطرت، اس کی خصلت کا پتہ چلتا ہے۔''

''دیکھو، یہ نجومیوں کی طرح باتیں کرنا مجھے پسند نہیں۔ میں جو کہہ رہا ہوں اسے دھیان سے سن لو۔ اگر اس لڑکی کے ساتھ تم نے شادی کی تو تم بہت بڑی آفت میں پھنس جاؤ گے۔ تم بھلے ہی اس کے چہرے مہرے سے دھوکہ کھا جاؤ مگر میری آنکھیں کبھی دھوکہ نہیں کھا سکتیں۔''

''کاکا میں اس وقت جلدی میں ہوں۔'' وہ اس کی گرفت سے اپنے آپ کو چھڑاتے ہوئے بولا۔ ''میں کل آ کے تم سے ملوں گا اور پھر ہم اس مسئلے پر تفصیل سے بات کریں گے۔''

کہہ کر وہ ماریا کی طرف دوڑا۔ سولہ ککرو اپنا سامنہ لے کر رہ گیا۔

''چلو ڈیئر......''

وہ اس کی بانہہ پکڑ کر تیزی سے دوسری طرف نکل گیا۔ سولہ ککرو خون کے گھونٹ پیتے ہوئے جونہی سڑک پار کر گیا تو سامنے سے محی الدین کمر لچکاتے ہوئے آ گیا۔ اس نے سولہ ککرو کو جلانے کی خاطر اونچی آواز میں رشید سے پوچھا۔

''وہ جو اوبرائے ہوٹل کی طرف جا رہا ہے وہ سلام دین ہے نا؟''

''ہاں وہ سلام دین ہی ہے۔''

''ساتھ میں یہ گوری چٹی لڑکی کون ہے؟''

''وہ ایک میم ہے۔ سلام دین اس سے شادی کرنے جا رہا ہے۔''

محی الدین نے خوشی سے انگلیاں چٹخاتے ہوئے کہا۔

''کیا۔ سلام دین نے میم کو پٹا لیا؟'' اس نے یہ کہہ کر سولہ ککرو کی طرف دیکھا اور پھر اونچی آواز میں بولا۔

''بری نظر والے تیرا منہ کالا......''

''ابے او دم چھلے کیا بک رہا ہے تو۔'' سولہ ککرو غرا کے بولا۔

''اے تم کو دیکھ کے نہیں بولا میں۔ وہ بس کے پیچھے لکھا تھا وہ پڑھ کے بولا میں۔''

''میں تیری نس نس سے واقف ہوں کمبخت۔''

''اے بوڑھے میرے منہ مت لگ...... کہے دیتا ہوں۔''

''ابے جا، ہیجڑے کہیں کے۔''

''تو میرے کو ہیجڑا بولا۔ تیرے منہ میں خاک پڑے۔ کمینے تو جلتا ہے دوسروں سے۔ کیڑے پڑ جائیں گے تیرے بدن میں۔ تو......''

''ارے تیری تو......''

سولہ ککرو نے جھک کر ایک پتھر اٹھایا۔ اس سے پہلے کہ وہ محی الدین کا سر پھوڑ دے، وہ سر پر پاؤں رکھ کے بھاگ گیا۔ سولہ ککرو بکتا جھکتا چلا گیا۔



محی الدین، غلاما کے سامنے بیٹھا کبھی رو رہا تھا تو کبھی بادلوں کی طرح گرج رہا تھا۔ سلمہ چائے کی پیالی لے کر اس کے سامنے کھڑی تھی جب کہ غلاما اسے چپ کرانے میں لگا تھا۔ جب اس کا رونا دھونا بند ہوا تو غلاما نے سلمہ سے چائے کا کپ لے کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''لو مہدہ صاحبا۔ چائے پی لو۔''

''اس وقت میرے اندر جو آگ لگی ہے اسے بجھانے کے لیے مجھے چائے نہیں سولہ لکرو کا خون چاہئے۔ موا آج پھر سے سب کے سامنے میری بے عزتی کر گیا۔ یہ خبیث تم دونوں بھائیوں کی ترقی سے جلتا ہے۔ تم لوگوں کی خوشحالی دیکھ کر اس کے سینے پر سانپ لوٹنے لگتے ہیں۔''

''میں سب جانتا ہوں مہدہ صاحبا۔ سب جانتا ہوں۔''

''تم شاید یہ بات نہیں جانتے کہ اس دن جب بشیر ندرو یہاں سے گیا تو اس موئے مردود نے تم لوگوں کے خلاف ایسی لگائی بجھائی کی جس نے جلتی آگ پر تیل کا کام کر دیا۔''

''پھوپھا اس حد تک گر چکا ہے۔'' غلاما تلملا کے بولا۔

''ارے وہ بڑا کمینہ ہے۔ میرا بس چلے تو میں موئے کا منہ نوچ لوں۔ اللہ، مولا اسے چھوڑے گا نہیں۔ وہ کہتے ہیں نا جو دوسروں کے لیے کنواں کھودتا ہے اس کے لیے پہلے سے ہی کھائی تیار ہوتی ہے۔ دیکھ لینا جس دن مرے گا تو مردود کتے کی موت مرے گا۔''

''ارے جانے دو اسے۔ کیوں اس کا نام لے کر اپنے منہ کا ذائقہ خراب کر رہے ہو۔ یہ لو چائے پیو۔''

''تم کہہ رہے ہو تو پی لیتا ہوں نہیں تو اس وقت میرا جی ایسے جل رہا ہے کہ دل کرتا ہے ڈل میں کود جاؤں۔''

''ایسا بالکل مت کرنا۔'' غلاما تہدیدی انداز میں بولا ''ٹھنڈ دیکھو کتنی ہے۔ پانی میں اتر

جاؤ گے تو برف کی سِل کی طرح جم جاؤ گے۔ کہیں فالج یا نمونیا ہو گیا تو کیا کرو گے؟''

''ایک تم ہو جسے میرا اتنا خیال ہے۔ ایک وہ موا ہے......''

''پھر اس کا نام لیا تم نے ......اسے جانے دو اور یہ لو چائے پیو۔''

محی الدین چائے کی پیالی ہاتھ میں لے کر غلاما سے بولا۔

''تیرا بھائی بڑا نصیب والا ہے۔ وہ بشیر ندرو سمجھتا تھا کہ تیرے بھائی کا رشتہ ٹھکرا کے اس نے بہت بڑا تیر مار لیا۔ اب ہو گیا نا اس کا منہ کالا۔ اللہ نے اس کے لیے کیسی حور پری بھیجی...... چاند پہ تھوکنے نکلا تھا۔''

اتنے میں سلام دین اور ماریا ہاؤس بوٹ کے اندر داخل ہو گئے۔ سلام دین کو دیکھ کر محی الدین اس کی بلائیاں لے کر بولا۔

''صدقے جاؤں اپنے شہزادے پر، کیا حور پری ڈھونڈ کے لایا میرا چاند۔''

سلام دین ہنستے ہوئے ماریا کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

''محی الدین یہ ماریا میم صاحب ہے۔''

''چشم بد دور۔ کتنی خوبصورت ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے اللہ نے اسے فرصت میں بنایا ہو۔''

کہہ کر محی الدین نے جیب سے کچھ ریزگاری نکال کر ان کے اوپر اچھال دی۔ ماریا حیران ہو کر سلام دین سے پوچھ اٹھی۔

''یہ سب کیا ہے؟''

''اس کو نظر اتارنا کہتے ہیں......''

''نظر اتارنا؟'' وہ سوالیہ نظروں سے سلام دین کی طرف دیکھ کر بولی۔

''جی......'' سلام دین نے مسکرا کے کہا۔

''اچھا سنو میرے کو کپڑے Change کرنے ہیں۔ میں کمرے میں جاؤں؟''

''ہاں میم صاحب۔ آپ کمرے میں جایئے نا۔''

وہ چلی گئی تو سلاما نے محی الدین کو صوفے پر بٹھایا اور خود اس کے بغل میں جا کے بیٹھ گیا۔

''محی الدین کو چائے شائے پلائی کہ نہیں؟'' اس نے غلاما سے پوچھا۔

''تمہیں ایک نظر کیا دیکھ لیا۔ میرا پیٹ بھر گیا میری جان۔''

''دیکھنے سے پیٹ نہیں بھرتا۔'' وہ ہنس کے بولا۔

''غلاما، سلمیٰ سے کہہ دو کہ میم صاحب کے لیے سوپ اور ہمارے لیے دو کپ گرما گرم چائے بھیج دے۔ ساتھ میں باقر خانی۔''

''ابھی بجھوا دیتا ہوں لالہ۔''

کہہ کر غلاما کچن کی جانب چلا گیا۔

''اب بتاؤ کیسی لگی ہماری ہونے والی بیوی؟''

''چاند کا ٹکڑا ہے، چاند کا ٹکڑا۔ بہت چھپے رسم نکلے تم۔ کمند ڈالی بھی تو کہاں۔ سیدھے چاند تاروں پر۔ کب نکاح پڑھنے جا رہے ہو؟''

''جب کہوں۔''

''میرے بس میں ہو تو میں کل ہی تم دونوں کے نکاح پڑھوالوں۔''

''وہ کیا ہے محی الدین کہ جلد بازی میں کام بگڑ جاتا ہے۔ جو کام اطمینان اور سکون سے کیا جائے وہ دیرپا ثابت ہوتا ہے۔ اب دیکھو نا، کل ہی ہم ملے۔ اب ایک دوسرے کو سمجھنے کے لیے کچھ وقت تو چاہئے نا۔''

''ہاں سو تو ہے۔ بس ایک ہی گذارش ہے تم سے۔''

''ارے شرما کیوں رہے ہو کھل کے کہو نا۔''

''شرما نہیں، گھبرا رہا ہوں۔ وہ اس دن جو تم نے وہ نشے والا چرٹ پیا تھا نا، دوبارہ وہ مت پینا۔ وہ تو اچھا ہوا کہ غلاما نے مجھے وہ سارا ماجرا سمجھایا، نہیں تو میں قسم خدا کی، ساری زندگی تم سے بات نہیں کرتا۔''

''ہاں اس دن بڑی گڑبڑ ہو گئی تھی۔'' وہ شرمساری سے بولا۔ ''یہ لوگ بتا رہے تھے کہ اس دن میں نے تمہیں خوب پریشان کیا۔''

''پریشان...... یہ کہو کہ میری جان نکال کے رکھ دی تم نے۔ ایسا لگتا تھا کہ میری عزت اب لٹی کہ تب لٹی......''

سلام دین کی نظریں جھک گئیں۔ وہ نادم و پریشان ہو کے محی الدین سے بولا۔

''اس دن کی بدتمیزی کے لیے میں معافی چاہتا ہوں۔''

''ارے تم اتنے پریشان کیوں ہو گئے۔ نشہ کرنے کے بعد ایسی حماقتیں ہو ہی جاتی ہیں۔''

اس بیچ غلاما چائے لے کر آ گیا۔ دونوں چائے پینے میں مشغول ہو گئے۔



بشیر ندرو لان میں بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا کہ محی الدین تن تنایا ہوا اندر آ گیا۔ بشیر ندرو نے اسے آتے دیکھا تو وہ اخبار پھینک کر کھڑا ہو گیا۔ محی الدین اس کی طرف بیزاری سے دیکھ کر بولا۔

''اسلام علیکم۔''

''وعلیکم سلام۔'' بشیر ندرو نارمل لہجے میں بولا۔ ''آؤ، آؤ ادھر بیٹھ جاؤ!''

محی الدین ادائے بے نیازی سے بشیر ندرو کی بغل والی کرسی پہ جا کے بیٹھ گیا۔ بشیر ندرو نے تھوڑے توقف کے بعد پوچھا۔ ''آج ادھر کا راستہ کیسے بھول پڑے؟''

''بس تمہاری یاد مجھے یہاں کھینچ کر لائی۔ وہ اس دن تم نے سب کے سامنے میری ایسی تیسی کی تھی نا، سوچا کہ میں تم کو بتا دوں کہ وہ رشتہ غلط نہیں تھا۔''

''رات گئی بات گئی۔ اب گڑے مردے اکھاڑنے سے کیا فائدہ؟''

''بات کو بھولنا اتنا آسان نہیں جتنا تم سمجھتے ہو۔ میں نے بخدا تمہاری بہن کے بھلے کی سوچی تھی۔ تم میری بھلائی کا ایسا صلہ دو گے اس بات کو یاد کرتے ہی میرا دل خون کے آنسو رونے لگتا ہے۔''

''تم کیا سمجھتے ہو، اس دن جو کچھ بھی ہوا میرا کوئی قصور تھا۔'' اب کے اس کے لہجے میں قدرے سختی تھی۔ ''تم میری جگہ ہوتے تو کیا کرتے تم؟''

''میں معاملے کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرتا۔''

''تم کیا کہنا چاہتے ہو؟'' اس نے کرختگی سے پوچھا۔

''یہی کہ جسے تم کھوٹا سکہ سمجھ بیٹھے وہ دیکھو کتنا کھرا نکلا۔ ہیرا جڑ گیا اس سکے میں۔'' وہ اسے جلاتے ہوئے بولا۔ ''ایک پڑھی لکھی، خوبصورت اور مالدار میم اس سے شادی کرنے کے لیے تیار ہو گئی۔''

''یہ سب کچھ تم مجھے کیوں سنا رہے ہو؟'' وہ جل کر بولا۔

''وہ اس لیے کہ تمہیں ساری زندگی اس بات کا ملال اور پچھتاوا رہے گا کہ سلام دین جیسے ہیرے کو تم نے ٹھکرا دیا۔''

دفعتاً بشیر ندرو بم کے گولے کی طرح اچھلا اور پھر پھٹ کر بولا۔

''بھاڑ میں گئے تم اور تمہارا وہ سلام دین۔ چل نکل یہاں سے۔''

محی الدین پہلے تو ہکا بکا رہ گیا، پھر اپنے حواس کو یکجا کر کے وہ غرانے لگا۔

''اے...... اپنی زبان کو قابو میں رکھ۔ یہ مت سمجھنا کہ میرے منہ میں زبان نہیں ہے۔ ایسی کالی زبان ہے میری کہ ایک بار میرے منہ سے کچھ الٹا سیدھا نکل گیا نا تو پھر کہیں کے نہیں رہو گے۔ ہونہہ'!

کہہ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور باہر جانے لگا۔ بشیر ندرو بھی غصے سے پاؤں پٹختا ہوا اپنے کمرے میں گھس گیا۔

جوں ہی محی الدین گیٹ کے پاس پہنچا تو پیچھے سے بشیر ندرو کی بہن راجی بھاگ کر آ گئی اور اسے روکتے ہوئے بولی۔

''مہدہ صاحبا۔''

محی الدین رکا۔ غصے اور بے رخی سے اس کی طرف مڑ کر بولا۔

''کیا ہے؟''

''ناراض ہو کیا؟'' راجی نے بڑی معصومیت اور سادگی سے پوچھا۔

''تمہارے بھائی نے مجھے گالیاں دیں۔ تم پوچھ رہی ہو کہ ناراض ہو کیا۔''

''تم تو بھائی کے مزاج سے واقف ہو۔ اس کی ناک پر تو آٹھوں پہر غصہ ہوتا ہے۔ اب اس کے کیے کی سزا مجھے کیوں دینا چاہتے ہو؟''

''تجھے بہن مانا ہے اس لیے گونگا بن کے کھڑا رہا۔ نہیں تو ایک ایک کی دس دس سناتا میں۔''

''اب غصہ تھوک دو اور میری باتیں دھیان سے سنو۔'' وہ سرگوشیانہ انداز میں اس سے بولی۔ ''میں سلام دین سے ایک بار ملنا چاہتی ہوں۔''

''اب اس سے مل کر کیا کرو گی۔ اس کی شادی تو بہت جلد ایک انگریزی میم سے ہونے

والی ہے۔''

راجی کواس بات سے دھچکا تو لگا پر اس نے محی الدین کو قطعی محسوس ہونے نہ دیا۔ وہ اس کی طرف یوں گویا ہوئی جیسے سلام دین کی شادی اس کے لیے کوئی معنی نہ رکھتی ہو۔

''میں اس سے شادی کی بات کرنے نہیں بلکہ اس سے معافی مانگنے کے لیے ملنا چاہتی ہوں۔''

''تم نے ایسی کیا خطا کی جس کی تم اس سے معافی مانگنا چاہتی ہو؟'' محی الدین نے مسکراتے ہوئے راجی سے پوچھا۔

راجی آزردہ ہو کے بولی۔

''بات یہ ہے مہدہ صاحبا کہ کچھ دن پہلے سلام دین کا چھوٹا بھائی یہاں آیا تھا، بشیر بھائی کو سمجھانے کے لیے۔ بھائی ان کے ساتھ جس طرح پیش آیا مجھے بہت برا لگا۔ پر میں عورت ذات کرتی بھی تو کیا کرتی۔ لوگ گھر آئے کتے کو بھی نہیں دھتکارتے ہیں......وہ تو......'' وہ رو پڑی۔

محی الدین اس کے آنسو پونچھ کر بولا۔

''مولا۔ تیری قدرت کا بھی جواب نہیں۔ ایک ہی ڈال کے دو پھل، ایک کتنا کڑوا اور ایک کتنا میٹھا۔ رومت میری جان۔ میں تجھے سلام دین کے پاس لے کر جاؤں گا۔''

''کب......؟''

''جب تم کہو!''

راجی نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر سرگوشی میں محی الدین سے بولی۔ ''بھائی دو دن کے بعد جموں جا رہا ہے۔ میں دو دن کے بعد تمہارے ساتھ چلوں گی۔ تم آؤ گے نا مجھے لینے!''

''ہاں ضرور آؤں گا۔''

اسی بیچ اچانک بشیر ندرو کمرے سے باہر آ گیا۔ راجی کو محی الدین سے باتیں کرتے دیکھ کر وہ برافروختہ ہو کے چلایا۔

''تم اس سے کیا باتیں کر رہی ہو؟''

''ک......ک......کچھ نہیں۔'' وہ سٹپٹا کے بولی۔

''چل، اندر چل......''

وہ بھاگ کر اندر چلی گئی۔ بشیر ندرو محی الدین پر غراتے ہوئے بولا۔

''تم ابھی تک گئے نہیں......''

''ہاں ہاں جا رہا ہوں۔ چلا ؤ مت۔''

کہہ کر محی الدین اسے من ہی من میں کوستا ہوا نکل گیا۔

بشیر ندرو بس خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔



شام کا وقت تھا۔ بلوارڈ روڈ پر کئی خوبصورت جوڑے بانہوں میں بانہیں ڈالے خراماں خراماں نہرو پارک کی جانب بڑھ رہے تھے۔ ان سب سے پرے اوبرائے ہوٹل کے سامنے والی منڈیر پر سلام دین اور ماریا بیٹھے دل لگی کر رہے تھے۔ کبھی ہنستے، مسکراتے، کبھی مچلتے، کبھی شرماتے۔

سڑک کے اس اور ایک گنجا بہت دیر سے ٹکٹکی باندھے بیٹھا تھا۔ اس نوجوان کا نام مّنا تھا جس کا چہرہ وقت سے پہلے ہی ڈھل چکا تھا۔ وہ حیرت ناک نگاہوں سے سلام دین اور ماریا کو تک رہا تھا۔

جوں ہی سلام دین اور ماریا جانے کے لیے اٹھے تو وہ ان کی طرف تیزی سے لپکا اور انہیں روکتے ہوئے بولا۔

''سنو......''

سلام دین گھبرا کے پیچھے ہٹا۔ ماریا اس کے پیچھے جا کے چھپ گئی۔ سلام دین نے قدرے برہمی سے پوچھا۔

''بھائی کیا بات ہے۔؟''

''یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟'' اس نے بے چینی سے پوچھا۔

''میری ہونے والی بیوی۔'' سلام دین نے بے رخی سے جواب دیا۔

''یہ دیسی ہے یا فرنگی؟''

''فرنگی ہے۔ کیوں؟'' اس نے چیں بہ جبیں ہو کے پوچھا۔

''بس ایسے ہی پوچھا۔''

''کہیں تم پولیس یا سی. آئی. ڈی. کے آدمی تو نہیں ہو؟''

''نہیں......''

''تو پھر یہ ساری پوچھ تاچھ کس لیے؟''

جواب میں وہ بچوں کی طرح رو پڑا۔

''ارے کیا ہوا۔؟'' سلام دین نے گھبرا کے پوچھا۔

''میری عمر چالیس سے اوپر ہو گئی ہے اور اب تک میں کنوارا ہوں۔'' وہ روتے روتے بولا۔

''چہ۔ چہ۔ چہ۔ بہت افسوس ہوا یہ سن کے۔ کہو میں تمہاری کچھ مدد کر سکتا ہوں؟''

''یہ دل سے کہہ رہے ہو نا؟'' اس نے بے تابی سے پوچھا۔

''ہاں بھائی، دل سے ہی کہہ رہا ہوں۔''

اب کے وہ اس کے ہاتھ پکڑ کر انہیں چومنے لگا اور ساتھ میں پھر رونے لگا۔

تم آدمی نہیں فرشتے ہو۔''

سلام دین نے پیار سے اپنے ہاتھ کھینچ کر اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ ''بھائی اتنا بڑا درجہ نہ دو مجھے۔ آج کی اس دنیا سے جب کہ انسانیت ناپید ہوتی جا رہی ہے۔ مجھے انسان ہی بنے رہنے دو تو اچھا ہے۔''

''کتنے اونچے خیالات ہیں تمہارے۔'' وہ زبردستی اس کے گلے لگ کر بولا۔ گلے لگتے ہی اس کی نظر ماریا پر پڑی تو اس نے للچائی نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''اس کا نام کیا ہے؟''

''ماریا والکر......''

''ہندو ہے؟''

''نہیں......''

''پنجابی ہے......؟''

''نہیں......'' اب کے سلام دین نے چڑ کر کہا۔

''تو کیا انگریزن ہے؟''

''جی ہاں۔'' وہ اسے الگ کرتے ہوئے بولا۔

''بہت اچھی ہے۔ بہت خوبصورت ہے۔''

کہہ کر وہ پھر سے رونے لگا۔

''اب کیا ہوا؟'' سلام دین نے پریشان ہو کے پوچھا۔''اب کیوں رو رہے ہو؟''

''رو اس لیے رہا ہوں کہ تمہیں ایسی خوبصورت لڑکی ملی۔ مجھے اب تک کوئی سڑی گلی، کوئی لولی لنگڑی بھی نہ ملی۔''

''مل جائے گی، مل جائے گی۔''

''چالیس سال سے یہی سن رہا ہوں کہ مل جائے گی۔ مل جائے گی۔ کب مل جائے گی؟''

''ارے جب تیرے نصیب میں ہو گا تو مل جائے گی۔''

''اگر نصیب میں نہ ہو؟''

''تو نہیں ملے گی۔''

وہ جارحانہ انداز میں سلام دین کی طرف دیکھ کر بولا۔''کیوں نہیں ملے گی۔ جب تجھ جیسے آدمی کو ایسی حور مل سکتی ہے تو مجھے کیوں نہیں؟''

''ارے بھائی تجھے نہیں ملی تو اس میں میرا کیا قصور۔'' وہ ہارے ہوئے لہجے میں بولا۔

''قصور ہے۔ قصور ہے۔ ابھی تم نے کہا کہ تم دل سے میری مدد کرنا چاہتے ہو۔''

''ہاں بھائی مت ماری گئی تھی۔ کہا تھا۔'' وہ زچ ہو کے بولا۔

''تو پھر میری مدد کیوں نہیں کرتے!''

''ارے بولو نا تمہیں مجھ سے کیا مدد چاہئے؟''

''ایسی ہی ایک حور میرے لیے بھی ڈھونڈ کر لے آؤ نا......''

''کیا......؟ سلام دین غصے سے چیخ کر بولا۔

''کیا ہوا۔'' اس طرح اچھل کیوں پڑے۔ میں نے تمہیں کوئی گالی دی کیا؟''

سلام دین کے جی میں آ رہا تھا کہ ایک زناٹے دار تھپڑ اس آدمی کے منہ پر رسید کر دے، پر موقع کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے اس نے مصلحت سے کام لیا۔ وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولا۔

''بھائی تمہارے ساتھ تھوڑی سی پرابلم ہے۔''

''کیا پرابلم ہے؟''

''ایک تو تم گنجے ہو!''

''کیا؟'' وہ ایک جھٹکا مار کے پیچھے ہٹ گیا۔

''دوسرے تم بدصورت ہو۔''

''کیا؟'' وہ چکرا کے بولا۔

''تیسرے تم ٹھگنے ہو!''

''کیا؟'' وہ ڈھیر ہوتے ہوتے رہ گیا۔

''تم یہ ساری خرابیاں ٹھیک کر کے آؤ۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں اس سے بھی زیادہ خوبصورت لڑکی ملے گی۔''

''یہ سب چیزیں کہاں پر ٹھیک ہوں گیں۔؟'' اس نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

''یہ سڑک تم دیکھ رہے ہو؟''

''ہاں......''

''یہ کہاں جاتی ہے؟''

''یہ تو لال چوک کی طرف جاتی ہے۔''

''ہاں...... لال چوک میں کئی بیوٹی پارلر ہیں۔ تم کسی پارلر میں گھس جاؤ۔ بس ایک دن میں خوبصورت ہو کے باہر نکل آؤ گے۔''

منا سوچ میں پڑ گیا۔ دفعتاً اسے کچھ یاد آ گیا اور وہ تیزی سے لال چوک کی طرف مارچ کرنے لگا۔

اس کے جانے کے بعد سلام دین ہنسی سے لوٹ پوٹ ہونے لگا۔ ماریا بھی کھلکھلا کر ہنس پڑی۔



رات کا وقت تھا۔ سلطان لکرو جھلایا ہوا اپنے ہاؤس بوٹ کے ایک کونے میں بیٹھا حقہ پی رہا تھا اور سامنے ہی اس کا بیٹا امین بڑی بے حیائی سے چرس بھرے سگریٹ کے کش لگا رہا تھا۔ سولہ لکرو نے اپنے ہاتھ سے اپنے ماتھے پر دو چار طمانچے مار کر تقریباً چلاتے ہوئے کہا۔

''واہ میرے مولا۔ کیسے نکموں کو میرے گھر میں پیدا کیا۔ کمبخت ایک بھی کام کا نہیں۔ ایسے دو بیٹے دینے سے اچھا تھا کہ مجھے بے اولاد ہی رکھا ہوتا۔''

امین کی آنکھیں پہلے سے ہی لال ہو رہی تھیں۔ باپ کی جلی کٹی سن کر اس کی آنکھیں ایک دم شعلہ بار ہو گئیں اور وہ باپ کی طرف خشم سے دیکھ کر بولا۔

''دیکھو برسوں سے ہم دونوں بھائی تمہاری جلی کٹی سنتے چلے آ رہے ہیں۔ ہمیں ڈانٹے بنا تمہارا کھانا ہضم نہیں ہوتا کیا؟''

''واہ میرے مشٹنڈے۔'' سولہ لکرو جل کر بولا۔ ''باپ پر ایسے غرا رہا ہے جیسے میں تیرا ہی دیا کھاتا ہوں۔ ایک دن میں ہاتھ کھینچ لوں نا تو تم دونوں بھوکوں مر جاؤ گے۔''

''اتنے نکمے مت سمجھو ہمیں ابا۔'' امین نشے سے قدرے نڈھال ہو کے بولا۔ ''تم کھانا نہیں دو گے تو ہم بھوکوں نہیں مر جائیں گے۔ ایک دروازہ بند ہو جائے تو سو دروازے کھل جاتے ہیں۔ تم کھانا بند کر دو گے تو ہم مخدوم صاحب کی زیارت کے باہر بیٹھیں گے۔ دس لوگ کھانا کھلانے آئیں گے ہمیں۔''

''تو پھر یہاں کیوں بیٹھے ہو۔'' سولہ لکرو بھر کر بولا۔ جاؤ جا کر وہیں بیٹھ جاؤ نا۔ کھانے کے ساتھ ساتھ بھیک بھی ملے گی۔ میں جانتا ہوں تم دونوں میری لٹیا ڈبو کر ہی رکھ دو گے۔ کام کے نہ کاج کے، دشمن اناج کے۔ وہ دوسرا انکھٹو کہاں ہے۔؟''

''وہ براڈوے میں فلم دیکھنے گیا ہے۔ کیا فلم لگی ہے، واہ۔''

''واہ...... بیٹا واہ۔ میں رات دن خون پسینہ ایک کر کے دو پیسے کمالوں اور تم دونوں خبیث میری محنت کی کمائی کو اپنی عیاشی پر لٹاتے پھرو۔ جی میں آتا ہے کہ تم دونوں کا میں گلا گھونٹ دوں۔ پھر نہ رہے بانس، نہ بجے بانسری۔''

امین ککرو تلوار کی طرح تن کر کھڑا ہو گیا اور پھر تہدیدی انداز میں باپ سے بولا۔

''خبردار جو ہمیں ہاتھ لگایا تو۔ سیدھے پولیس میں جا کے رپورٹ درج کر دوں گا۔''

''کمبخت اپنے باپ کو دم دیتا ہے۔'' سولہ ککرو نے چراغ پا ہو کر اسے کس کے تھپڑ مارا۔

امین ککرو چکرا کے بولا۔ ''ابا تم نے مجھے تھپڑ مارا۔ میں ابھی ماں سے جا کر شکایت کر دوں گا۔''

بیوی کے نام سے سولہ ککرو کو لرزہ چڑھ جاتا تھا۔ وہ جھوٹ موٹ کے آنسو بہانے لگا۔

''کیا ہوا ابا! تم رو کیوں رہے ہو؟''

''پہلے خود رلا دیتے ہو پھر پوچھتے ہو رو کیوں رہا ہوں۔ ارے بیٹا میں باپ ہوں تمہارا۔ اب ایک طمانچہ مارا تو کیا ہوا۔ دیکھ بیٹا۔ میں تم لوگوں کے ساتھ سدا کے لیے رہنے والا نہیں۔ آخر تم لوگ اپنی ذمہ داری کیوں نہیں سمجھتے۔ اب تم بچے نہیں رہے، جوان ہو گئے ہو۔''

''جوان ہو گئے تو کیا کریں ہم!'' اس نے بے رخی سے پوچھا۔

''میرے کام میں ہاتھ بٹاؤ نا بیٹا۔''

''وہ تو ہم بٹا ہی رہے ہیں نا۔'' وہ بے پروائی سے بولا۔

''جس طرح تم میرا ہاتھ بٹا رہے ہو اس حساب سے تو میں سال دو سال کے اندر صاف ہو جاؤں گا۔ بیٹا، سلام دین کو دیکھو۔ سب لوگ اسے بدھو سمجھتے ہیں پر وہ کتنا سیانا نکلا۔''

''کیا کیا اس نے؟'' اس نے بے تابی سے پوچھا۔

''اس نے ایک مالدار میم کو پٹا لیا۔''

''اچھا کیا اس نے۔''

''ہاں بیٹا اچھا کیا۔ جب وہ بدھو میم کو پٹا سکتا ہے تو کیا تم نہیں پٹا سکتے؟''

''میم ملنی بھی تو چاہئے نا۔''

''بیٹا وہ سلام دین والی میم ہے نا!''

''وہ تو سلام دین کی ہے۔''

''ارے اس نے تھوڑے ہی سلام دین کو کوئی پٹا لکھ کر دیا ہے۔ دیکھو اگر تم لوگ بھی میری

طرح شاطر دماغ سے کام لو گے تو وہ میم تمہاری ہو جائے گی۔''

''وہ کیسے ابا؟'' اس نے بے چینی سے پوچھا۔

''دونوں کے بیچ نفرت کی دیوار کھڑی کر دو۔ ان دونوں کے رشتے میں دراڑ پڑ گئی تو سمجھو تمہارا کام آسان ہو گیا۔''

''اس کے بعد......؟''

''اس کے بعد لڑکی کو اپنے بس میں کرنے کی کوشش کرو۔ وہ جدھر سے چلے اس کی راہوں میں پلکیں بچھا دو۔ وہ اداس اور غمگین ہو تو اس کی زندگی میں خوشیوں کے اجالے بکھیر دو۔''

''یہ سب کچھ اپنے سے نہیں ہو گا ابا۔'' اس نے اوبتے ہوئے کہا۔

''تو کیا ہو گا تم لوگوں سے؟ میرا تو جی کرتا ہے......'' کہہ کر وہ غصے سے اپنی چھاتی پیٹنے لگا۔ ''کیسی نکمی اولاد دی تو نے مجھے مولا۔ ایک وہ کمبخت سلام دین ہے جو چھاتی پھلا کے میرے سامنے سے گذرتا ہے تو مجھے لگتا ہے جیسے کسی نے مجھے الٹے چھرے سے حلال کر دیا ہو۔ ایک یہ بدبخت ہیں جو آٹھوں پہر میری چھاتی پر مونگ دلتے رہتے ہیں۔ میں کیا کروں ربا۔ میں کیا کروں؟''

''حقہ پی لے دماغ ٹھنڈا ہو جائے گا۔''

''چل ہٹ یہاں سے کمبخت۔'' وہ اسے مارنے کے دوڑا۔ دفع ہو جا یہاں سے۔''

امین اسے چڑاتے ہوئے کمرے سے باہر بھاگ گیا۔ سولہ لکڑ وا اپنی چھاتی پیٹتے ہوئے روتی ہوئی آواز میں بولا۔ ''مولا۔ یہ کباڑی کا مال میرے ہی گھر میں کیوں ڈالا۔ دو کی بجائے ایک ہی بیٹا ڈھنگ کا دیا ہوتا جو میری پالیسی پر چلتا تو میں ہر دن سو بار تمہارا شکرانہ بجالاتا۔'' وہ زور زور سے روتے ہوئے بولا۔ ''میں ان اندھوں کا کیا کروں جن کے آگے بین بجا بجا کر مجھے لگتا ہے میں کہیں اپنی ہی آنکھیں نہ کھو بیٹھوں۔ ہائے ربا میں کروں۔ ایک یہ ہیں اور ایک سلام دین۔''

سلام دین کے خیال سے ہی اس کا چہرہ تن گیا اور غم کی جگہ غصے اور جلن نے لے لی۔ وہ اپنی مٹھیاں بھیچ کر بولا۔ ''جب تک میں سلام دین کو اس میم سے الگ نہ کر دوں، میرے دل کو تب تک چین نصیب نہ ہو گا۔''

وہ جا کر پھر سے حقہ گرم کرنے لگا۔ حقے کے کش لیتے ہی وہ دماغ میں طرح طرح کے منصوبے باندھنے لگا۔



جب رات کے دس بجے اور سلام دین گھر نہیں لوٹا تو غلاما فکر مند ہو گیا۔ وہ اٹھا، سلمہ کو ڈھونڈتے ہوئے ماریا کے بیڈروم تک آ گیا۔ سلمہ ماریا کے بالوں میں تیل ڈال رہی تھی کہ غلاما نے سلمہ سے کہا۔

''پتا نہیں لالہ کہاں اٹک گیا۔ میں علی کاک کے ہاؤس بوٹ میں دیکھ کر آتا ہوں۔''

سلمہ کچھ نہ بولی۔ بس تردد بھری نگاہوں سے غلاما کی طرف دیکھنے لگی۔

غلاما تیزی سے باہر چلا گیا۔ سلمہ بظاہر تو پرسکون نظر آ رہی تھی مگر اس کا دل پریشان تھا۔

غلاما کے ہاؤس بوٹ سے باہر جاتے ہی سلام دین آ گیا۔ سلما خفگی سے بولی۔

''تم اب تک کہاں تھے لالہ؟''

''میں لال چوک چلا گیا تھا۔''

''کیوں......؟''

''میں میم صاحب کے لیے تحفہ خریدنے گیا تھا۔'' اس نے شرماتے ہوئے کہا۔

''تحفہ......؟'' ماریا نے چونک کے پوچھا۔

''تحفہ مطلب گفٹ۔ میم صاحب! ہم آپ کے لیے ایک چھوٹا سا گفٹ لے کر آیا ہے۔''

''کہاں ہے؟'' وہ مچل کر بولی۔ ''ہمیں جلدی سے دکھاؤ تو سہی۔''

سلام دین نے پلاسٹک کی تھیلی میں سے ایک زنانہ فرن جس پہ زری کا کام کیا گیا تھا نکالا۔ ساتھ میں گلابی رنگ کی ایک شلوار قمیص اور دوپٹہ۔ ماریا یہ کپڑے دیکھ کر پھولے نہیں سمائی۔

''یہ سب تم ہمارے لیے لایا ہے؟''

''جی میم صاحب! میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ آپ اس لباس میں کیسی لگیں گی......''

''ہم ابھی پہنتا ہے۔ تم باہر جاؤ......''

''جی میم صاحب......'' کہہ کر وہ تیزی سے باہر چلا گیا۔

وہ بے چینی سے باہر ٹہلتا رہا۔ تھوڑے توقف کے بعد سلمہ نے اسے آواز دی۔

''لالہ۔ اندر آجاؤ!''

وہ جوں ہی اندر آ گیا تو ماریا اس کے سامنے کشمیری لباس پہن کر کھڑی ہوگئی۔ سلام دین ماریا کو اس روپ میں دیکھ کر مسحور ہو کے رہ گیا۔

''کیسا لگتا ہے؟'' ماریا نے شرما کے پوچھا۔

''ایسا لگتا ہے جیسے ایک حسین خواب، حقیقت بن کے میرے سامنے کھڑا ہو۔''

''اور......؟'' وہ ایک اضطرابی ادا سے بولی۔

''اور کیا کہوں میم صاحب۔ ایسا لگتا ہے جیسے چودھویں کا چاند زمین پر اتر آیا ہو۔ پتا نہیں اس وقت میرے ہونٹوں پر رسول میر کا یہ شعر کیوں آرہا ہے۔

رندہ پوشہ مال گندنے درایہ لولو

ماریا ہنس کر اس کے قریب آ گئی اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بڑی دلبرانہ ادا سے بولی۔

''تم مجھ سے بہت پیار کرتے ہونا؟''

''آپ تو میری جان ہیں میم صاحب اور اپنی جان سے کون پیار نہیں کرتا۔ بس ایک ہی ڈر کھائے جا رہا ہے مجھے۔''

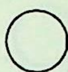
''ڈر۔ کیسا ڈر......؟''

''ڈرتا ہوں کہ کل کو میرا چاند اگر بدلیوں کے پیچھے چھپ گیا تو میں کیسے جی پاؤں گا؟''

''تم کیا بولتا ہے، ہم کو کچھ سمجھ میں نہیں آتا، پر ایک بات ہم Confidance سے کہتا ہے۔ ہم تم سے بہت پیار کرے گا۔ تیرے واسطے ہم لنڈن بھی نہیں جائے گا۔ ادھر ہی تیرے ساتھ رہے گا۔''

سلام دین نے پہلے دیوانگی سے اس کی طرف دیکھا، پھر بے ساختہ اسے اپنی بانہوں میں بھر کر سینے سے لگا لیا۔

سلمہ شرما کر تیزی کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گئی۔



سولہ ککرو صبح سویرے سے ہی نہرو پارک کے گھاٹ پر ڈیرہ ڈالے بیٹھا تھا۔ اس کا بیٹا امین اس کے بغل میں بیٹھا حقہ بھر رہا تھا، جب کہ سولہ ککرو اپنی عقابی نظروں سے اردگرد کے ماحول کا جائزہ لے رہا تھا۔ اچانک اس کی نظر ماریا پر پڑی جو گھاٹ کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر آرہی تھی۔ سولہ ککرو جھٹ سے اٹھا اور امین کو ساتھ لے کر ماریا کی طرف بڑھا۔

''سلام میم صاحب......!''

ماریا انجانی نظروں سے اسے گھورنے لگی۔

''تم نے ہم کو پہچانا نہیں میم صاحب! میں سلطان ککرو۔ سلام دین کا پھوپھا۔ انکل انکل......''

''او آئی سی......'' وہ حیرت ومسرت کے ملے جلے لہجے میں بولی۔

''تم کیسا ہے؟''

''ہم اچھا ہے۔ تم کیسا ہے میم صاحب......؟''

''ہم بھی اچھا ہے۔''

''یہ ہمارا بیٹا میم صاحب۔ محمد امین۔'' وہ امین کو آگے کر کے بولا۔ ''بہت شرمیلا ہے۔ امین، میم صاحب کو سلام کرو!''

امین بے پروائی سے بولا۔

''سلام میم صاحب۔''

''سلام......'' وہ مسکرا کے بولی۔

''میم صاحب۔ میرا لڑکا بڑا تیز ہے۔ دماغ بھی تگڑا ہے۔ سلام کی طرح بے وقوف نہیں۔ پچھلے سال امریکہ کی ایک میم اس پر لٹو ہوگئی۔''

''اچھا......''

''جی میم صاحب۔ بولی تم سے شادی کروں گی!''

''تم سے......؟'' وہ چکرا کے بولی۔

''نہیں مجھ سے نہیں۔ اس سے۔''

''وہ لڑکی کب آئی تھی ابا؟'' امین نے سادگی سے پوچھا۔

سولہ ککرو کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ اسے لگا جیسے اسے چوری کرتے رنگے ہاتھوں پکڑا گیا ہو۔ وہ بدحواسی میں امین پر برستے ہوئے بولا۔ ''تو یہاں کھڑے کھڑے کیا کر رہا ہے۔ [illegible] جا میرے لیے ایک سگریٹ لے کے آجا۔''

''پیسہ نکال......!'' امین لال پیلی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ کر غرایا۔

سولہ ککرو نے جیب سے دو روپے کا سکہ نکال کر اس کے ہاتھ پر مارتے ہوئے کہا۔

''یہ لے مر......''

امین چلا گیا تو سولہ ککرو اپنی خبیثانہ ہنسی کے ساتھ ماریا کی طرف دیکھ کر بولا۔

''لڑکا بہت سیدھا ہے۔ یہ تو اچھا ہوا کہ وہ امریکہ والی لڑکی میرے پاس آ کے روئی۔''

''روئی کیوں......؟''

''لڑکے سے پیار ہو گیا تھا نا۔ اس سے شادی کرنا چاہتی تھی، پر یہ پگلا نہیں مانا......''

''اچھا......'' وہ طنز کے ساتھ بولی۔

''جی......اب دوسرے لڑکے کا قصہ سنو۔ اس پر ایک جرمن میم فدا ہو گئی۔ بہت بڑے گھر کی لڑکی تھی وہ۔ بولی لڑکے سے شادی بناؤں گی۔ اسے جرمن لے کے جاؤں گی۔ لڑکا جرمنی جانے کے لیے تیار ہی نہیں......''

''جی......!'' وہ اکتا کر بولی۔ ''اب میں چلوں؟''

''میم صاحب کہاں جا رہی ہو؟''

''مارکیٹ۔''

''اکیلی؟''

''ہاں۔''

''سلام دین کہاں ہے؟''

''وہ گھر میں بزی ہے۔''

''کیسا آدمی ہے وہ۔ خود گھر میں بیٹھا آرام کر رہا ہے اور تم کو اکیلے بازار بھیج دیا۔''

''وہ نہیں بھیجا۔ ہم خود جاتا ہے۔''

''اس کی جگہ میرا بیٹا ہوتا تو تم کو اکیلے جانے نہ دیتا۔ میں ساتھ میں چلوں؟''

''نہیں......''

''چلو میں اپنے لڑکے کو ساتھ بھیجتا ہوں۔''

''ہم کو کوئی نہیں چاہیے۔ ہم اکیلے جائے گا۔'' وہ چڑ کر بولی۔

جیسے آپ کی مرضی۔'' وہ کھسیا کر بولا۔ ''ویسے ایک چیز میں نے آپ کے لیے سنبھال کے رکھی ہے۔''

اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک گولی نکالی اور پھر یہ گولی ماریا کو دیتے ہوئے بولا۔

''Pure مال ہے۔ کل ہی منگایا ہے میں نے۔''

''یہ کیا ہے؟'' ماریا اس کالی سی گولی کا جائزہ لیتے ہوئے بولی۔

''یہ چرس ہے۔ بہت ہی بڑھیا کوالٹی کا مال ہے۔''

ماریا خوش ہو کے بولی۔

''تھینک یو انکل۔ تھینک یو......''

''رات کو ملو گی تو ایک اور چیز دوں گا۔'' وہ اسے للچاتے ہوئے بولا۔

''وہ کیا......؟''

''ابھی نہیں بتاؤں گا......'' اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

ماریا بھی ہنس پڑی۔ اس نے ایک آٹو کو رکنے کا اشارہ کیا اور پھر وہ اس میں بیٹھتے ہوئے سولہ ٹکرو سے بولی۔

''اچھا انکل بائی۔'' کہہ کر آٹو روانہ ہوا۔

اس کے جاتے ہی امین سگریٹ پھونکتا ہوا باپ کے پاس چلا آیا۔ سولہ ٹکرو نے ابل کر امین سے پوچھا۔

''کمبخت میں نے تجھے سگریٹ لانے بھیجا تھا۔''

''یہ لونا۔'' امین نے سگریٹ کا جلا ہوا ٹکڑا اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''یہ کیا ہے؟'' اس نے بیخ پا ہو کے پوچھا۔

''سگریٹ ہے۔''

''اے او جلے ہوئے سگریٹ کے ٹکڑے۔'' وہ زچ ہو کے بولا۔ ''تم کب تک مجھے جلاتے رہو گے؟ بات کرنا اگر آتا نہیں، چپ رہنا تو آتا ہے نا...... کمبخت تجھے بیچ میں منہ کھولنے کی کیا ضرورت تھی؟''

''میں کیا بولا؟''

''تم بولے نہیں الٹی کر گئے کمبخت۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں لڑکی سے جھوٹ بول رہا ہوں تم کو بیچ میں یہ پوچھنے کی کیا ضرورت تھی کہ وہ لڑکی کب آئی تھی۔ اپنی ایک بے وقوفی سے تم نے میرا سارا کھیل خراب کر دیا۔ اب کھڑے کھڑے میرا منہ کیا تک رہے ہو۔ چل دفع ہو جا یہاں سے۔''

امین لکڑو نے پہلے غصے سے باپ کی طرف دیکھا اور پھر منہ بسورتے ہوئے بولا۔

''اب میں ایک منٹ بھی تمہارے پاس نہیں بیٹھوں گا۔ امی ٹھیک کہتی ہے۔ تم سٹھیا گئے ہو۔ میں گھر جا رہا ہوں۔ تو مر یہاں۔''

کہہ کر وہ جانے لگا تو سولہ لکڑو نے خشم ناک ہو کر ایک پتھر اٹھایا اور اسے مارنے کو دوڑا۔

امین دم دبا کر بھاگ گیا۔



محی الدین نے اپنا وعدہ خوب نبھایا۔ بشیر ندرو کے جموں روانہ ہوتے ہی وہ راجی کو سلام دین سے ملوانے کے لیے اسے نشاط سے کشتی میں بیٹھا کر لے آیا۔ درحقیقت وہ سولہ لکرو کی نظروں سے بچنا چاہتے تھے۔ سولہ لکرو ایک نمبر کا چغل خور اور لترا تھا۔ محی الدین تو ویسے بھی اس کو پسند نہ تھا۔ اس لیے اس کی عقابی نظروں سے بچنے کے لیے وہ شکارے میں بیٹھ کر چلے آئے۔

اتفاق سے سلام دین اس وقت گھر میں ہی موجود تھا۔ جب کہ ماریا باہر گھومنے چلی گئی تھی۔ سلام دین سلمہ کا ہاتھ بٹا رہا تھا جو ہاؤس بوٹ کی صاف صفائی میں جٹی تھی۔ محی الدین نے جب سلام دین کو آواز دی تو سلام دین تیزی کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ محی الدین کو کسی برقعہ پوش خاتون کے ساتھ دیکھ کر وہ تذبذب میں پڑ گیا۔

''کیسے ہو محی الدین؟''

سلام دین مخاطب تو محی الدین سے تھا مگر نگاہیں لڑکی پر مرکوز تھیں۔

''مجھ سے پوچھ رہے ہو یا اس سے؟'' اس نے شرارت سے پوچھا۔

سلام دین گڑبڑا گیا۔ اپنی نگاہیں لڑکی سے ہٹا کر وہ محی الدین سے بولا۔

''کھڑے کیوں ہو، بیٹھ جاؤ نا۔''

اتنے میں سلمہ بھی آ گئی۔ رسمی علیک سلیک کے بعد محی الدین نے لڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''یہ راجی ہے۔ بشیر احمد کی بہن۔''

''محی الدین۔ میں نے پہچانا نہیں۔ تم کس بشیر احمد کی بات کر رہے ہو۔؟''

''میرے چاند تم کتنی جلدی بھول جاتے ہو۔ میں اس بشیر احمد کی بات کر رہا ہوں جو پچھلے دنوں تمہیں دیکھنے آیا تھا۔''

''او......'' سلام دین نے جیسے راحت کی سانس لی۔

''اس لڑکی کے بارے میں، میں تم لوگوں کو ایک بات بتا دینا چاہتا ہوں۔ اسے میں نے اپنی بہن بنالیا ہے۔ اس کا بھائی جتنا تند مزاج اور زبان کا کڑوا ہے یہ اتنی ہی نیک اور کومل ہے۔ میں اسے تمہاری دلہن بنانا چاہتا تھا۔ برا ہوا اس چرٹ کا۔ نہ تم وہ چرٹ پیتے نہ ہی یہ رشتہ ٹوٹتا۔''

''محی الدین۔ ایک بات یاد رکھنا۔ ہر کام اللہ کی رضا اور منشا سے ہوتا ہے۔ اب اگر وہ سگریٹ میں نا بھی پیتا تب بھی یہ رشتہ نہیں ہونا تھا۔ بہر حال جو بات پرانی ہو چکی ہو اب اسے دہرانے کا کیا فائدہ۔ یہ بتاؤ کہ تم لوگ یہاں کیسے آگئے؟''

''دراصل میں آپ لوگوں سے ملنا چاہتی تھی!'' راجی حوصلہ کر کے بولی۔

میرے بھائی نے آپ لوگوں کے ساتھ جو برا برتاؤ کیا اس کے لیے میں آپ سب سے معافی مانگتی ہوں۔ میرے یہاں آنے کا مقصد بس اتنا ہی ہے کہ دلوں کی کڑواہٹ اور تلخی ختم ہو جائے۔''

محی الدین تعریفی نظروں سے راجی کی طرف دیکھ رہا تھا جب کہ سلمہ اور سلام دین خاموشی سے اس کی باتیں سن رہے تھے۔ سلام دین چند لمحے خاموش رہا پھر بڑے پرسکون اور ٹھہرے ہوئے انداز میں بولا۔

''میں ایک ہی بات جانتا ہوں۔ اگر غلطی ایک سے ہو جائے تو دوسرے کو اسے معاف کر دینا چاہئے کیونکہ بھولنے اور معاف کرنے میں ہی سب کی بھلائی ہوتی ہے۔''

راجی طمانیت کا ایک بھرپور سانس لے کر بولی۔

''آپ نے میرے من کا بوجھ ہلکا کر دیا۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔''

''اب تو تمہارے من کی مراد پوری ہوگئی۔ اب چلیں۔'' محی الدین نے کلائی پر بندھی گھڑی دیکھ کے بے چینی سے پوچھا۔

''ارے ایسے کیسے جا سکتے ہو۔'' سلام دین احتجاجی انداز میں بولا۔ ''یہ پہلی بار ہمارے گھر آئی ہیں۔ اسے کھلائے پلائے بنا ہم کیسے جانے دیں گے۔''

اس سے پہلے کہ راجی کچھ کہے، محی الدین وارفتگی سے سلام دین کی طرف دیکھ کر بولا۔

''میری جان۔ یہ میرا چاند باتوں کا ایسا دھنی ہے کہ بڑے بڑے تیس مار خاں اس کے سامنے پانی بھرتے نظر آئیں گے۔ ایسے جادوگر سے بچنا آسان نہیں۔ جا سلمہ۔ لے کے آ چائے

ناشتہ۔"

سلمہ جوں ہی کچن کی طرف چلی گئی تو اسی وقت ماریا ہاؤس بوٹ میں داخل ہوگئی۔ راجی اور محی الدین اسے دیکھ کر کھڑے ہوگئے۔ ماریا نے کریدتی آنکھوں سے راجی کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"یہ کون ہے؟"

'وہ اس دن...... وہ...... بشیر احمد آیا تھا نا۔ یہ اس کی بہن راجی......" سلام دین نے ہکلاتے ہوئے جواب دیا۔

"سلام علیکم۔ میں راجی ہوں۔" راجی نے جوں ہی نقاب اٹھا کر ماریا کو سلام کیا تو ماریا دم بخود ہو کے رہ گئی۔ اچانک اس کا تحیر اور تجسس جلن اور نفرت میں بدل گیا۔ وہ شکی نظروں سے سلام دین کی طرف دیکھ کر کمرے میں چلی گئی۔ سلام دین سکتے ہیں کھڑا رہا۔



سولہ لکروا اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ ڈل کی منڈیر پر بیٹھا مونگ پھلی کھا رہا تھا کہ ایک لڑکا بھاگ کر آیا اور سولہ لکرو کے کان میں کچھ کہہ کے چلا گیا۔ سولہ لکروا چانک ایک جست مار کر کھڑا ہو گیا اور بے تحاشہ نہرو پارک کی جانب دوڑنے لگا۔ اس کے دونوں بیٹے پہلے تو سناٹے میں رہ گئے پھر اپنے حواس یکجا کر کے باپ کے پیچھے لپکے اور زور زور سے چلانے لگے۔

''ارے بچاؤ۔ بچاؤ۔ ابا ڈل میں کودنے جا رہا ہے۔''

لوگوں میں کھلبلی مچ گئی۔ سولہ لکرو لوگوں کو اپنی جانب آتے دیکھ کر ٹھٹھک کے رہ گیا۔

اتنے میں امین اور فاروق بھی قریب پہنچے اور انہوں نے باپ کو پکڑتے ہوئے کہا۔

''نہیں ابا ہم تمہیں خودکشی کرنے نہیں دیں گے۔ نہیں دیں گے۔''

اتنے میں اور لوگ بھی ان کی مدد میں جٹ گئے۔

سولہ لکرو چیختا رہا، چلاتا رہا، پر کسی نے اس کی ایک نہ سنی اور وہ اسے گھسیٹے ہوئے سڑک پر لے آئے...... جب یہ ہنگامہ ذرا تھما تو سولہ لکروا اپنا سر پیٹ کر روتے ہوئے بولا۔

''یا مولا۔ یہ کن احمقوں سے میرا پالا پڑا ہے۔ ابے او عقل کے اندھو۔ میں ڈل میں کودنے نہیں جا رہا تھا بلکہ سلام دین کے ہاؤس بوٹ میں جانا چاہتا تھا۔''

''تم جھوٹ بول رہے ہو۔'' امین اسے ڈانٹ کر بولا۔ ''تم ڈل میں کودنے جا رہے تھے۔''

سولہ لکرو نے بھڑک کر اسے ایک گھونسہ مارا اور چلا کر بولا۔

''چپ۔ کمبخت، جب دیکھو کچھ نہ کچھ اوٹ پٹانگ بکتا ہی رہتا ہے۔ چلو دفع ہو جاؤ یہاں سے۔''

''مارنا مت۔'' امین آنکھیں دکھاتے ہوئے بولا۔ ''سمجھے مارنا مت۔''

''کیا کرو گے تم؟'' اس نے اسے دوسرا گھونسہ مار کے پوچھا۔ ''بول کیا کرو گے تم؟''

''امی سے جا کر شکایت کروں گا۔'' وہ روہانسا ہو کر بولا۔

''جا جا...... کر دے شکایت۔'' وہ جل کر بولا۔ ''وہ گھر چھوڑ کے جانا چاہتی ہے نا، تو جاؤ اس سے کہہ دو کہ وہ اپنا لاؤ لشکر بھی ساتھ لے کر جائے۔ ناک میں دم کر کے رکھا ہے ان کمینوں نے میرا۔ جونک بن کر میرے بدن سے لپٹے میرا خون چوس رہے ہیں یہ دونوں۔ ان خبیثوں کو موت بھی نہیں آتی۔ اب کھڑے کھڑے میرا منہ کیا تک رہے ہو تم دونوں! جاؤ دفع ہو جاؤ یہاں سے۔''

دونوں ڈھٹائی سے کھڑے رہے۔ امین لکروا سے دھمکاتے ہوئے بولا۔

''بیس روپے دو گے تو یہاں سے جائیں گے، نہیں تو یہیں پہ بیٹھ کر تمہیں چڑاتے رہیں گے۔''

سولہ لکرو کا خون کھول اٹھا۔ وہ ایک دھپ مار کے چلایا۔

''بیس روپے میں اپنے اوپر کفن ڈالو گے کیا؟ چل پھوٹ یہاں سے۔ چل۔''

''جوان بیٹے پر ہاتھ اٹھاتا ہے...... سٹھیا گیا ہے یہ بڈھا۔ جب دیکھو منہ سے آگ اگلتا رہتا ہے۔ جا۔ اب ہم پھر کبھی تمہارے ساتھ یہاں آ کے نہیں بیٹھیں گے۔ چل فاروق......''

وہ دونوں چلے گئے۔ سولہ لکروا اپنا سر پکڑ کے بیٹھا رہا۔ ارد گرد جو لوگ جمع تھے وہ چپ چاپ کھڑے تماشہ دیکھتے رہے۔ کسی نے سولہ لکرو کو سمجھانے کی کوشش نہیں کی۔ سولہ لکرو کو سمجھانا بھڑ کے چھتے میں ہاتھ ڈالنے کے مترادف تھا۔

لوگ ایک ایک کر کے وہاں سے ہٹنے لگے۔ سولہ لکروا اپنے بیٹوں کو کوستے ہوئے بولا۔

''کم بختوں نے سارا پلان چوپٹ کر دیا۔''

وہ دھیرے دھیرے اٹھا۔ ادھر ادھر ایک اچٹتی سی نگاہ ڈالی اور پھر تیز تیز قدموں کے ساتھ شکارے کی طرف بڑھا۔

چپو اٹھا کر وہ شکارے کو تیزی کے ساتھ سلام دین کے ہاؤس بوٹ کی طرف دوڑانے لگا۔



جب راجی اور محی الدین چائے ناشتے سے فارغ ہو گئے تو سلمہ اور غلاما برتن سمیٹنے لگے۔ سلام دین سوپ لے کر ماریا کے پاس چلا گیا تھا۔ محی الدین نے ادھر ادھر ایک اڑتی ہوئی نگاہ دوڑا کر بہت ہی دھیمی آواز میں راجی سے کہا۔

''اس سے پہلے کہ وہ موا سولہ ککرو بو سونگھتا ہوا ادھر چلا آئے ہمیں یہاں سے فوراً نکل جانا چاہئے۔''

''بنا بتائے کیسے چلیں گے۔'' وہ اسے روکتے ہوئے بولی۔

اسی بیچ سولہ ککرو کی آواز باہر سے گونجی۔ ''سلاما گھر میں ہو کیا؟''

محی الدین سولہ ککرو کی آواز سن کر چکرا گیا۔ وہ بڑبڑا کر کھڑے ہو کے راجی سے بولا۔

''لو جس موئے کی بات چل رہی تھی۔ وہ آٹپکا۔ پتا نہیں اب کون سا نیا گل کھلانے آ گیا ہے۔''

وہ دونوں کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں غلاما اور سلمہ بھی آ گئے۔ سولہ ککرو دندناتا ہوا اندر آ گیا۔ جوں ہی اس کی نظر محی الدین پر پڑی تو وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر غرانے لگے۔

''ہونہہ۔''

''ہٹ......''

''سلام علیکم پھوپھا......'' سلمہ نے آگے بڑھ کر کہا۔

''وعلیکم......'' اس نے بے اعتنائی سے جواب دیا۔ وہ آگے بڑھ کر راجی کے سراپا کا بغور جائزہ لینے لگا۔

''یہ لڑکی کون ہے؟''

''کیوں تم کوئی سی۔ آئی۔ ڈی۔ کے افسر ہو جو اس طرح پوچھ تاچھ کر رہے ہو؟''

''ابے او بے پیندے کے لوٹے تو بیچ میں مت بولا کر......'' ابے او جلے سیخ کباب۔ میرا منہ کھلوانے کی کوشش نہ کر......''

میں نے اچھے اچھوں کو چھکے چھڑوا دیئے ہیں۔ تو کیا چیز ہے۔''

''ہٹ......'' وہ اس کی طرف حقارت سے دیکھ کر بولا۔ ''میں تجھ جیسوں کو تو گھاس بھی نہیں ڈالتا......''

''کاکا......!'' غلاما اسے سمجھاتے ہوئے بولا۔ ''تم اس سے کیوں الجھ رہے ہو۔ ہم سے ملنے آئے ہو تو اطمینان سے پہلے بیٹھ جاؤ نا۔''

''میں یہاں بیٹھنے نہیں آیا ہوں۔'' وہ رکھائی سے بولا۔

''تو کیا پانی میں کودنے آئے ہو؟'' محی الدین اس پر چوٹ کرتے ہوئے بولا

''چپ......'' وہ گرجا......

''ارے یہ آپ دونوں ساس بہو کی طرح کیوں لڑتے رہتے ہو؟'' غلاما زچ ہو کے بولا۔ ''آؤ ادھر بیٹھ جاؤ۔''

اس نے سولہ ککرو کا ہاتھ پکڑ کر اسے صوفے پر بٹھا دیا۔ سولہ ککرو کی نگاہیں تو لڑکی پر جمی ہوئی تھیں۔ اس نے غلاما سے پوچھا...... ''یہ لڑکی کون ہے؟''

''یہ راجی ہے۔'' غلاما ہارے ہوئے لہجے میں بولا۔

سولہ ککرو کی آنکھوں میں ایک چمک پیدا ہو گئی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے راجی کی طرف دیکھ کر بولا۔

''کہیں تم برین (نشاط) کے بشیر احمد کی بہن تو نہیں ہو؟''

''جی۔ جی......'' راجی ہکلاتے ہوئے بولی۔

''تم یہاں کیسے؟'' سولہ ککرو نے مشتبہ نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''یہ اپنا دھندہ چھوڑ کر تم پولیس والے کب سے بن گئے؟'' محی الدین نے طنز بھرے لہجے میں پوچھا۔

''جب سے تم نے یہ دھندہ شروع کیا۔''

محی الدین غصے سے تلملا اٹھا اور وہ اس پر جھپٹتے ہوئے بولا۔ ''اے بڈھے کیا بک رہا ہے تو؟''

''کسے بڈھا کہہ رہا ہے؟'' سولہ ککرو بھڑک کے بولا۔ ''بڈھا ہوگا تو۔ تیرا باپ......''

''اے ڈل کے سڑے ہوئے سنگھاڑے۔ میرے باپ کا نام نہ لے......منہ توڑ کے رکھ دوں گا۔ ہاں......''

''تو میرا منہ توڑ دے گا۔'' وہ مضحکہ خیز نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر بولا۔ ''آ......توڑ دے میرا منہ......''

وہ اس کی طرف جھپٹا۔ محی الدین ایک چیخ مار کر راجی کے پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا۔ وہ غلاما پر بگڑ کر بولا۔ ''ارے یہ کس حیوان کو تم نے یہاں بٹھا دیا۔'' وہ سولہ ککرو کو دھمکاتے ہوئے بولا۔ ''اے بڈھے اگر میرے ساتھ کسی قسم کی داداگیری کی نا۔ تو قسم خدا کی چلا چلا کر سارے ڈل کے لوگوں کو یہاں اکٹھا کر دوں گا۔''

غلاما اور سلمہ بت بنے کھڑے تھے۔ ان کے چہرے پر ایک رنگ آرہا تھا اور ایک جا رہا تھا۔ غلاما تو اندر ہی اندر کھولتا جا رہا تھا۔ سلمہ اسے نہ روکتی تو وہ سولہ ککرو کی ایسی تیسی کر دیتا۔

شور سن کر اچانک سلام دین کمرے سے باہر آگیا اور اس نے بگڑتے ہوئے غلاما سے پوچھا۔

''یہ سب کیا ہو رہا ہے؟''

سلام دین کو دیکھ کر محی الدین شیر ہو گیا۔ اس نے آگے بڑھ کر سلام دین سے کہا۔

''اس سے کیا پوچھتے ہو۔ یہ تمہارا ہمدرد آیا ہے نا اسی سے پوچھو نا۔''

سولہ ککرو کو دیکھ سلام دین ٹھنڈا پڑ گیا۔ وہ حیرت و مسرت کے ملے جلے تاثر میں سولہ ککرو کو دیکھ کر بولا۔

''ارے پھوپھا تم۔ کب آ گئے؟''

''وہ تو میں بعد میں بتاؤں گا۔ پہلے یہ بتاؤ یہ یہاں کیوں آیا ہے؟''

سلام دین نے ایک نظر محی الدین کی طرف دیکھا اور پھر ہمت کر کے بولا۔

''محی الدین تو ہمارے گھر کے فرد کی طرح ہے۔ یہ اکثر مجھ سے ملنے آیا جایا کرتا ہے۔''

''آج کے بعد یہ یہاں کبھی نہیں آئے گا۔'' وہ تحکمانہ انداز میں بولا۔

''اگر تمہارا یہی فیصلہ ہے تو ٹھیک ہے۔''

اب کے غلاما چپ نہ رہ سکا۔ وہ بپھرے ہوئے انداز میں بولا۔ ''نہیں لالہ۔ یہ گھر

اوروں کی من مرضی سے نہیں چلے گا۔ ہم کسی کا دیا نہیں کھاتے۔ آخر یہ ہوتا کون ہے ہم پر اپنا حکم چلانے والا۔''

''واہ بیٹا واہ......'' سولہ لکگرو زہر آلودہ لہجے میں بولا۔ ''اللہ نے چار پیسے کیا دیئے کہ اپنے پھوپھا کی عزت کرنا ہی بھول گئے۔ بول گئے کہ اسی پھوپھا نے انگلی پکڑ کر تم دونوں کو چلنا سکھایا۔''

''کب تک اس بات کو جتلاتے رہو گے تم؟'' غلاما چلا کر بولا۔ ''کب تک اپنے اس احسان کے تلے تم ہمیں دباتے رہو گے؟''

''غلاما یہ تم کیا بکواس کر رہے ہو؟'' سلام دین اسے ڈانٹ کر بولا۔

''تم اس وقت چپ رہو لالہ، مجھے اس سے بات کرنے دو۔ تم نہیں جانتے یہ آدمی ہماری ترقی سے کتنا جلتا ہے۔ اسے ہماری خوشی ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ یہ ہمیں تباہ کرنے پر تلا ہوا ہے۔''

''ہاں، ہاں! میں تم دونوں کو تباہ کرنا چاہتا ہوں۔'' سولہ لکگرو بم کی طرح پھٹ پڑا۔ ''بہت گھمنڈ آ گیا ہے۔ چار پیسے کیا کمائے کہ کسی کو کچھ سمجھتے ہی نہیں ہو۔ ارے میں چاہوں نا تو تم لوگوں کا یہ غرور ایک دن میں مٹی میں ملا سکتا ہوں۔ تم سلطان لکگرو کو نہیں جانتے۔ شیطان بھی مجھ سے پناہ مانگتا ہے۔ میں ایسا زہریلا سانپ ہوں جس کا کاٹا پانی بھی نہیں مانگتا۔ بڑا آیا مجھے آنکھیں دکھانے والا۔''

کہہ کر وہ تیزی کے ساتھ ہاؤس بوٹ سے باہر نکل گیا۔ سلام دین بڑی لاچارگی کے ساتھ کبھی غلاما کو اور کبھی جاتے ہوئے سولہ لکگرو کو دیکھ رہا تھا۔

''کیا ضرورت تھی تمہیں سولہ کاک سے الجھنے کی......ارے وہ جو بھی ہے، جیسا بھی ہے۔ آخر ہمارا پھوپھا ہے۔''

''وہ پھوپھا نہیں، دشمن ہے ہمارا لالہ۔ وہ ہمارے گھر میں پھوٹ ڈالنا چاہتا ہے۔ ہم دونوں بھائیوں کو ایک دوسرے سے الگ کرنا چاہتا ہے۔ میں اسے ایسا کرنے نہیں دوں گا۔''

سلام دین جذباتی ہو کے بولا۔ ''پگلے! ہمیں سوائے موت کے کوئی چیز ایک دوسرے سے الگ نہیں کر سکتی۔ رہی سولہ کاک کی بات تو اتنا سمجھ لو کہ وہ زبان کا کڑوا ضرور ہے پر دل کا اتنا برا نہیں جتنا تم اسے سمجھتے ہو۔ تمہیں آج ہی جا کر اس سے معافی مانگ لینی چاہئے۔''

''غلاما معافی نہیں مانگے گا لالہ......'' سلمہ احتجاجی انداز میں بولی۔

''یہ تم کہہ رہی ہو؟'' سلام دین نے تعجب سے پوچھا۔

"تم بھی کمال کرتے ہو سلام دین۔" محی الدین اس پر چوٹ کرتے ہوئے بولا۔ "ظالم چھوٹ گیا اور مظلوم سزا پا رہا ہے۔ ارے وہ بڈھا کھوسٹ تو کب سے اس بیچارے کو جلی کٹی سنا رہا تھا اور یہ چپ کھڑا سنتا رہا۔ جب بات حد سے گزر جائے تو پھر کمزور سے کمزور آدمی بھی بغاوت پر اتر جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں نا دبے پر چیونٹی بھی کاٹ کھاتی ہے۔ اب اس نے اسے دو باتیں سنا ڈالیں تو کیا برا کیا؟"

"محی الدین سولہ کاک ایک بزرگ ہے اور بزرگ کی عزت کرنا ہمارا فرض ہے۔"

"میں ایسے بزرگ کے منہ پر تھوکنا بھی پسند نہیں کروں گا۔"

غلاما جل کر بولا اور اسی کے ساتھ وہ اپنے ڈونگے کی طرف بڑھ گیا۔ سلمہ بھی اس کے پیچھے ہو لی۔ سلام دین بھائی کے اس برتاؤ سے پیچ و تاب کھا کے رہ گیا۔

"ہم چلتے ہیں......" محی الدین نے راجی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "چل بہنا......"

وہ دونوں بھی نکل گئے۔ سلام دین کمرے میں اکیلا رہ گیا۔ اداس اور پریشان......



سولہ ککروسڑک کی منڈیر پر جلا بھنا حقہ پی رہا تھا۔ غلاما کی باتیں یاد کر کے وہ اندر ہی اندر کھولتا جا رہا تھا۔ اتنے میں بشیر چائے والا وہاں سے گزرا۔ اس نے رک کر اس سے پوچھا۔

''یہاں اکیلے میں بیٹھے کیا کر رہے ہو کاکا؟''

اس کا اتنا ہی پوچھنا تھا کہ سولہ ککرو جیسے بم کے گولے کی طرح پھٹ پڑا۔

''اندھے ہو کیا...... دکھائی نہیں دیتا...... یہاں بیٹھے کیا کر رہا ہوں......''

''ارے تم تو خوامخواہ خفا ہو گئے۔ میں نے تو ایسے ہی پوچھا تھا۔''

''کیوں پوچھا تم نے...'' وہ اس سے الجھ پڑا۔ ''تم کوئی پولیس کے افسر ہو۔ فوج کے جرنل ہو یا شہر کے کمشنر ہو۔ ہاں کیوں پوچھا تم نے؟''

شبیر سٹپٹاتے ہوئے بولا۔

''ارے کیا ہو گیا تم کو سولہ کاکا۔ کیوں ذرا سی بات کا بتنگڑ بنا رہے ہو؟''

''میں بتنگڑ بنا رہا ہوں۔؟ ہاں...... میں بتنگڑ بنا رہا ہوں......'' آدمی پریشان ہو۔ اکیلے میں بیٹھا کچھ سوچ رہا ہو تو یہ حضرت چلے آتے ہیں پوچھ تاچھ کرنے۔ ارے تم کون ہوتے ہو پوچھ تاچھ کرنے والے۔''

''مجھ سے غلطی ہو گئی سولہ کاکا......'' بشیر چائے والا روہانسا ہو کر بولا۔

''پر یہ غلطی تم نے کیوں کی؟''

''مجھے پاگل کتے نے کاٹا تھا جو اپنے ہی سر پر پتھر مارا۔ میں جاتا ہوں خدا حافظ......''

وہ وہاں سے دم دبا کر بھاگ گیا۔ سولہ ککرو نے اسے آواز بھی دی مگر وہ رکا نہیں۔ بھاگ کے اپنی چائے کی دوکان میں جا کے چھپ گیا۔

سولہ لکر و بڑبڑاتے ہوئے پھر سے منڈیر پر جا کر بیٹھ گیا۔

''آدمی کے اندر کیا توڑ پھوڑ چل رہی ہے۔ وہ کیا سوچ رہا ہے انہیں اس سے کیا لینا دینا۔ سب تھانیدار کی طرح سر پہ آ کے کھڑے ہو جاتے ہیں اور پوچھتا چھ شروع کر دیتے ہیں۔''

کہہ کر وہ پھر سے حقہ پھونکنے لگا۔



راجی اور محی الدین اسی شکارے میں بیٹھے تھے جو انہیں نشاط سے سلام دین کے ہاؤس بوٹ تک لے آیا تھا۔ شکار خراماں خراماں نشاط کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ راجی بڑی گم صم سی نظر آ رہی تھی۔ اچانک محی الدین نے اس کی طرف دیکھ کر چونکتے ہوئے پوچھا۔

''اے کیا ہوا...... کس سوچ میں پڑی ہو؟''

''سوچتی ہوں کہ اگر اس سولہ گکرو نے میرے بھائی سے چغلی کر دی تو میرا کیا ہوگا۔''

''ہاں بڈھا ہے تو ایک نمبر کا چغل خور۔'' محی الدین فکرمند لہجے میں بولا۔ ''یہ بڈھا کچھ بھی کر سکتا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ بک دے تمہیں اس کا توڑ نکال کے رکھ دینا چاہئے۔''

''کیا توڑ ہو سکتا ہے؟'' اس نے مضطرب ہو کے پوچھا۔

''سوچنا پڑے گا۔''

''تو کب سوچو گے!'' وہ بے چین ہو کے بولی۔

''ارے ابھی تو اپنے پاس چھ دن بچے ہیں۔ چھ دن میں تو دنیا۔ اِدھر سے اُدھر ہو سکتی ہے۔''

''ایسا نہ ہو کہ ان چھ دنوں میں میری دنیا ہی بدل کے رہ جائے۔'' وہ ایک آہ بھر کر بولی۔

''ارے کچھ نہیں ہوگا۔ تم تو بس یوں ہی مری جا رہی ہو...... وہ سولہ گکرو اگر اپنے آپ کو تیس مار خاں سمجھتا ہے تو میں بھی کچھ کم نہیں ہوں۔ اس کمینے کو میں ایسی پٹخنی دوں گا کہ ایک جھٹکے میں اس کے سارے کس بل نکل جائیں گے۔''

''تم کچھ بھی کہو۔ پتا نہیں میرا دل کیوں ڈوبا جا رہا ہے۔ نہ جانے دل میں یہ کھٹکا کیوں لگا ہے کہ آنے والا وقت میرے لیے ڈھیر ساری پریشانیاں لے کر آ رہا ہے۔''

''ابھی کچھ ہوا نہیں اور تم ابھی سے ہمت ہار کے بیٹھ گئیں۔ تم یہ بے کار کا وہم دل سے

نکال دو کہ کچھ ہونے والا ہے۔ ارے کچھ نہیں ہونے والا ہے۔ میں ہوں نا تمہارے ساتھ۔''

''میدہ صاحبا، تم تو میرے بھائی کے مزاج سے واقف ہو۔ اگر بھولے سے بھی اس کے کان میں اس بات کی بھنک پڑ گئی کہ میں سلام دین سے ملنے گئی تھی تو وہ زندہ نہیں چھوڑے گا مجھے، میری جان لے کر ہی رہے گا۔''

''سارا کیا دھرا تو اسی کا ہے۔ اسی نے تو جلد بازی میں یہ رشتہ بگاڑ دیا۔ قسم خدا کی تمہارے لیے ہیرا ڈھونڈ کے لایا تھا میں...... آج تو نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا نا کہ کتنا نیک آدمی ہے وہ......''

''یہ تو سب نصیب کا کھیل ہے......'' وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

''نصیب کو مت کوسو۔'' محی الدین بیزاری سے بولا۔ ''کوسنا ہے تو اپنے بھائی کو کوسو جس نے رائی کا پہاڑ کھڑا کر لیا۔ اپنے دل پہ ہاتھ رکھ کر کہو۔ کیا تمہیں سلام دین لچا لفنگا لگتا ہے۔''

''چھی کیسی باتیں کر رہے ہو تم۔'' وہ اسے ٹوکتے ہوئے بولی۔

''یہ میں نہیں، تمہارا بھائی بول کے گیا۔ اس نے اکیلے سلام دین کو نہیں کوسا بلکہ مجھے بھی من بھر کے گالیاں سنا کے چلا گیا۔'' ''اب گڑھے مردے اکھاڑنے سے کیا فائدہ؟''

''تم نے بات چھیڑی تو میں نے صفائی دی ورنہ میں بھی اس بات کو بھول چکا ہوں۔ وہ کیا ہے بہنا کہ نصیب کو بنانا، بگاڑنا اپنے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اللہ کرے تمہیں اس سے بھی بہتر لڑکا ملے مگر جو بات سلام دین میں ہے، وہ کسی اور میں ہو ہی نہیں سکتی۔ لاکھوں میں ایک ہے میرا چاند...... قربان جاؤں اس پر......

راجی کہیں اور کھو گئی تھی۔ محی الدین اسے یوں سوچ میں ڈوبے پا کر اسے ٹوکتے ہوئے بولا۔

''اب کس ادھیڑ بن میں پڑ گئیں تم؟''

''میں سوچ رہی ہوں کہ جب وہ میم باہر سے آ گئی تو مجھے دیکھ کر اس کے تیور کیوں بگڑ گئے؟''

''کوئی بال کی کھال اتارنا تم سے سیکھے۔ میں تو کہتا ہوں کہ تمہیں پولیس میں ہونا چاہیے تھا۔ تم تو ملزم کا چہرہ پڑھ کے ہی بتا دیتیں کہ وہ مجرم ہے یا نہیں ہے۔ اس نے کیوں منہ بنا لیا۔ اس نے پلکیں کیوں جھکا لیں۔ ارے تمہیں ان ساری باتوں سے کیا لینا دینا......''

اچانک وہ وہ گھڑی دیکھنے لگا تو اس کے منہ سے ایک ہلکی سی چیخ نکل گئی......وہ کھڑا ہو کر شکارے والے سے بولا۔

''ارے تم شکارا ہلا رہے ہو یا چلا رہے ہو۔ ہٹے کٹے مشٹنڈے ہو۔ ہاتھ ذرا تیز نہیں چلا سکتے۔ دو گھنٹے ہو گئے اب تک ہم نے اونٹ کدل بھی پار نہیں کیا......''

''ارے تم نے اسے کیوں ڈانٹ دیا۔ ٹھیک تو چلا رہا ہے بے چارا۔''

''خاک ٹھیک چلا رہا ہے۔'' وہ بیزاری سے بولا۔ ''یہ موا تو کان لگا کر ہماری باتیں سن رہا ہے۔ تم ان موئے مردوں کو نہیں جانتیں۔ جہاں کوئی حسین لڑکی دیکھی نا تو منہ سے رال ٹپکنے لگی......''

''نہیں، نہیں۔ ایسا نہیں ہے یہ بے چارا......''

''بے چارا......'' محی الدین ایک طنزیہ ہنسی ہنسا۔

شکارے والا ایک جوان لونڈا تھا۔ ڈانٹ ڈپٹ کھانے کا وہ عادی نہ تھا اس لیے جب محی الدین نے اسے ڈانٹا تو اس کا چہرہ لال پیلا ہو گیا۔ زبان سے تو وہ کچھ نہیں بولا، پر اس نے شکارے کی رفتار اور کم کر دی، محی الدین کو اکسانے کے لیے۔ محی الدین کو بھی لڑنے بھڑنے سے ہی چین ملتا تھا۔ وہ اس پر چڑھتے ہوئے بولا۔

''ارے تمہارے ہاتھوں کو لقوہ مار گیا کیا۔ چپو تیز کیوں نہیں چلاتے؟''

اب کے اس لونڈے نے چپو ایسے گھما دیا کہ کشتی ادھر سے ادھر ڈولنے لگی۔ محی الدین ایک چیخ مار کر راجی سے لپٹ گیا۔ وہ شکارے والے پر بگڑتے ہوئے چلایا۔

''ارے تم شکارا چلا رہے ہو یا ہوائی جہاز۔ دیکھو تو میرا دل کیسے دھک دھک کر رہا ہے۔ ارے بھائی آہستہ چلا۔ اتنا تیز چلانے کی کوئی ضرورت نہیں۔''

راجی چاہ کر بھی اپنی ہنسی روک نہ سکی۔ وہ قہقہے کے مار مار کر ہنسنے لگی۔ محی الدین اس کی اس ادا سے منہ پھلا کر بیٹھ گیا۔



شام کا وقت تھا۔ ماریا گھاٹ کی سیڑھیاں چڑھ کر جوں ہی اوپر گئی تو دور بیٹھے سولہ لکرو کی نظر اس پر پڑی۔ اسے دیکھ کر اس کی باچھیں کھل گئیں۔ وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا اور اس کے سامنے کھڑا ہو کے بولا۔

''سلام میم صاحب......''

وہ پہلے چونکی پھر سولہ لکرو کو دیکھ کر اس نے مسکرا کے کہا۔

''ارے انکل تم...... کیسا ہے؟''

''میں تو ٹھیک ہوں۔ آپ کیسی ہیں؟''

''میں بھی ٹھیک ہوں......''

''کہاں جارہی ہو؟'' اس نے بے چینی سے پوچھا۔

''مارکیٹ جارہی ہوں۔'' وہ اطمینان سے بولی۔

''اکیلے......؟'' اس نے چونک کر پوچھا۔

''ہاں......''

''سلام دین کہاں ہے؟'' سولہ لکرو دزدیدہ آنکھوں سے ادھر اُدھر دیکھ کر بولا۔

''وہ بیمار ہے۔ اسے بخار ہے۔''

سولہ لکرو نے طمانیت کا سانس لے کر ماریا سے پوچھا۔ ''میم صاحب کل کا مال کیسا لگا؟''

''اچھا تھا پر بہت Strong تھا۔''

''اصلی تھا نا......'' وہ مسکرا کر بولا۔ تھوڑے توقف کے بعد وہ ادھر اُدھر دیکھ کر ماریا سے راز دارانہ لہجے میں بولا۔

''میم صاحب آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔ بہت Important بات۔ آپ

کے بھلے کے لیے......"

"تو کرونا......!"

"ادھر نہیں۔ وہ کہتے ہیں نا دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔ بات بہت سیریس ہے۔ اس لیے ہم کو کہیں اکیلے میں بات کرنی ہوگی۔"

"کہاں......؟"

"ہمارے ہاؤس بوٹ میں......"

وہ ایک لمحے کے لیے پہلے ہچکچائی پھر اپنے اندر بڑھنے اضطراب کے، وہ سولہ کگرو کے ساتھ چلنے پر راضی ہوگئی۔

"چلو......"

وہ دونوں تیزی سے شکارے کی طرف بڑھنے لگے۔



سولہ لکرو نے ماریا کو ایک صوفے پر بٹھایا اور خود اس کے سامنے آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ ماریا بڑی مضطرب اور بے چین دکھائی دے رہی تھی جب کہ سولہ لکرو ایک فاتح کی طرح پر سکون اور مطمئن نظر آ رہا تھا۔

''کیا لو گی میم صاحب؟'' سولہ لکرو نے پوچھا۔

''ہم کو ابھی کچھ نہیں چاہئے۔ ہم کو پہلے وہ Important بات بتاؤ جو سنانے کے واسطے تم ہم کو ادھر لے آیا۔''

''میم صاحب۔ تم کو پتا نہیں آج صبح سلام دین کے ہاؤس بوٹ میں اس سے ملنے کون آیا تھا......''

''ہم کو نہیں پتا......؟'' وہ بڑی معصومیت سے بولی۔

''تم کتنی بھولی ہو میم صاحب۔ تمہارے پیچھے کیا کھیل کھیلا جا رہا ہے تم کو کچھ نہیں پتا......؟''

''نہیں......ہم کو سچ میں کچھ نہیں معلوم......''

''میم صاحب۔ تم نے آج کسی لڑکی کو وہاں آتے دیکھا؟''

''ہاں۔ ایک لڑکی تھی......کیا نام تھا اس کا......'' وہ دماغ پر زور ڈالنے لگی۔ معاً اسے یاد آ گیا۔ ''ارے یاد آیا......راجی......راجی نام تھا اس کا......''

''میم صاحب۔ سلام دین بڑا مکار اور چالاک آدمی ہے۔ وہ آپ سے ڈبل گیم کھیل رہا ہے......''

''وہ کیسے......؟'' اس نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

''وہ ایک پتھر سے دو شکار کرنا چاہتا ہے۔ مطلب یہ کہ:

Killing two birds with one stone

وہ آپ کو بھی پانا چاہتا ہے اور راجی کو بھی کھونا نہیں چاہتا......''

''پر وہ ایسے کیسے کر سکتا ہے......؟'' وہ قدرے غصے سے بولی۔ "How he can do it-?"

''یہی تو میں اس سے پوچھنے گیا تھا۔ میری بات سے مرچیں سی لگ گئیں ان کو۔ دونوں بھائی ٹوٹ پڑے مجھ پر۔ بے عزت کر کے نکال دیا مجھے ہاؤس بوٹ سے......''

''یہ ٹھیک نہیں ہے۔ .It is not fair''

وہ رنجیدہ ہو کے بولی۔

''یہی تو میں بھی کہہ رہا ہوں۔ سلام دین کو تمہارے ساتھ ایسا کھیل نہیں کھیلنا چاہئے۔ اس کمینے کو تو آپ کا احسان مند ہونا چاہئے کہ آپ نے اس سے شادی کرنے کا فیصلہ کر کے سماج میں اس کا قد بڑھا دیا۔ نہیں تو کون پوچھتا اسے...... اب وہ آپ کے احسان کا بدلہ اس طرح چکا دے۔ بہت بری بات ہے۔ بہت بری بات ہے۔''

ماریا کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا، ایک جا رہا تھا۔ غم اور غصے کی شدت سے اس کی آنکھیں ڈبڈبانے لگیں۔ سولہ ٹکروا اپنا منصوبہ کامیاب ہوتے دیکھ کر پھولے نہیں سما رہا تھا۔ وہ اچانک اٹھ کھڑا ہوا۔ اور ایک کونے میں سے لکڑی کے پیچھے چھپائی گئی واٹ 69 کی ایک آدھی بوتل وہ نکال کر لے آیا...... سکاچ کی یہ بوتل ماریا کے سامنے رکھ کر وہ جھکتے ہوئے بولا۔

''اصلی انگریزی مال ہے۔ ایک انگریز مجھے دس برس پہلے دے کے گیا تھا، جب سے میں اسے سنبھال کے بیٹھا ہوں۔''

ماریا کو جیسے کوئی خزانہ مل گیا۔ اس نے ٹیبل پر رکھے ایک گلاس میں شراب انڈیلی اور پھر اسے غٹا غٹ پی گئی۔

سکاچ اپنا اثر دکھانے لگی۔ وہ غصے سے گلاس اٹھا کر فرش پر مارتے ہوئے بولی۔

''سلام ہم کو Cheat کرتا ہے۔ He is playing ugly game with me...... میں اسے کبھی معاف نہیں کروں گی۔ "Neve, Never, Never"

سولہ ٹکروا ایک فاتح کی طرح کھڑا مسکراتا رہا۔



رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی اور ماریا کا کوئی اتا پتہ نہ تھا۔ سلام دین، غلا ما اور سلمہ تینوں فکر میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ان کے من میں طرح طرح کے وسوسے اٹھ رہے تھے۔ ایک ٹورسٹ کا یوں اچانک غائب ہو جانا ان کے لیے اچھا شگون نہیں تھا۔ وہ بہت بڑی آفت میں مبتلا ہو سکتے تھے اور ان کا چین و سکون درہم برہم ہو سکتا تھا۔

''آخر میم صاحب کہاں چلی گئی؟'' سلام دین بڑی بے بسی اور نا امیدی سے اپنا سر تھامتے ہوئے بولا۔

''اس شہر میں اس کا کوئی جان پہچان والا بھی نہیں ہے۔ وہ جا کہاں سکتی ہے؟'' غلا ما نے فکرمند ہوتے کہا۔

''کہیں وہ سولہ کاک کے یہاں تو نہیں......'' سلمہ دبی زبان میں بولی۔

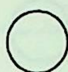
''وہ پھوپھا کے یہاں کیوں جائے گی؟'' سلام دین سلمہ پر بگڑتے ہوئے بولا۔

''آخر پھوپھا سے اس کا کیا لینا دینا......؟''

''تو پھر گئی کہاں؟'' غلا ما نے جارحانہ انداز میں پوچھا۔ ''اسے زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا۔''

''دیکھو اس طرح ابلنے سے کوئی فائدہ نہیں۔'' سلام دین اسے سمجھاتے ہوئے بولا۔ ''صبح تک انتظار کرتے ہیں۔ اگر وہ صبح تک بھی نہیں لوٹی تو پھر پولیس میں جا کر رپورٹ درج کرا لیں گے۔ ٹورسٹ کا معاملہ ہے۔ ایک ایک قدم بہت سوچ سمجھ کر اٹھانا پڑے گا۔''

غلا ما اضطراری کیفیت میں کھڑا ہو گیا اور الماری سے ٹارچ نکال کر باہر آ گیا۔ باہر گھرا اندھیرا تھا۔ بجلی شام سے ہی گل تھی اس لیے ہر سو ہیبت ناک تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ غلا ما مایوسی اور پریشانی کے عالم میں بہت دیر تک ہاؤس بوٹ کی سیڑھیوں پر کھڑا رہا۔



ماریا صوفے پر بے سدھ پڑی تھی۔ سولہ لکرو نے امین کو ڈونگے سے بلا لیا اور پھر اس کی مدد سے وہ ماریا کو بیڈ پر لٹانے میں کامیاب ہو گیا۔ ماریا مدہوشی کے عالم میں ایک ہی بات بار بار دہرائے جا رہی تھی۔

''سلام دین مجھے Cheat کیا۔ میں اسے چھوڑوں گی نہیں۔''

''یہ کیا بڑبڑا رہی ہے ابا؟''

''یہ کہہ رہی ہے کہ میں سلام دین سے نہیں امین سے شادی کروں گی......''

''سچ ابا......؟'' امین خوشی سے اچھل کر بولا۔

''ہاں بیٹا۔ میں سچ بول رہا ہوں۔''

''تو پھر سوچ کیا رہے ہو۔ جلدی سے اس سے میری شادی کرا دو نا......''

سولہ لکرو امین کے سر پر ایک ہلکا سے دھپ مار کے بولا۔ ''ابے او عقل کے اندھے۔ یہ شادی ہے۔ حمام کا غسل نہیں کہ غسل خانے میں گھسے اور غسل کر کے نکل گئے......''

''مجھے تمہاری بکواس سننے میں کوئی دلچسپی نہیں۔'' وہ خفا ہو کے بولا۔ ''صاف صاف بتاؤ کہ تم اس سے میری شادی کراؤ گے کہ نہیں؟''

''بیٹا بات سمجھنے کی کوشش کر......'' وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولا۔ ''پہلے اسے سلام دین کے چنگل سے چھڑانا ہے ہمیں۔ ایک بار یہ اس کے چنگل سے چھوٹ گئی نا تو سمجھو پھر چٹ بھی اپنی اور پٹ بھی اپنی۔ اب میری ایک بات دھیان سے سن لو۔ گلے میں ڈول ڈال کر اس بات کا ڈھنڈورا مت پیٹنا کہ تمہاری اس سے شادی ہونے والی ہے۔''

''اس سے کیا ہوگا۔''

''میرے سارے کیے کرائے پر پانی پھر جائے گا۔''

''وہ کیسے؟''

''وہ ایسے کہ اگر یہ بات اِدھر اُدھر پھیل گئی تو پھر ہر کوئی منہ مارنے چلا آئے گا۔لڑکی اگر ادھر سے بھی پتھر ہوگئی نا، تو پھر تم ساری زندگی ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے۔''

امین پر اچانک جیسے ہیسٹیریا کا دورہ پڑ گیا۔وہ ماریا کو پکڑتے ہوئے چلایا۔

''میں اب اسے کہیں جانے نہیں دوں گا۔اب یہ میری ہے اور میری ہی رہے گی......''

سولہ ککرو نے امین کو بالوں سے پکڑ کر اسے کھینچا اور اسے ماریا سے الگ کرکے اسے ڈانٹتے ہوئے بولا۔

''ابے او خبیث کی اولاد۔ابھی سے لپٹا جھپٹی مت کر۔ابھی تو بیج پھوٹا بھی نہیں تو ابھی سے کھچڑی پکانے لگا۔چل، چلا جا یہاں سے۔چل۔''

''نہیں جاؤں گا۔'' وہ ڈھٹائی سے بولا۔

''بیٹا میری بات مان......'' سولہ ککرو نرم پڑتے ہوئے بولا۔''تو جاکے سو جا......''

''اگر میں سو گیا اور یہ یہاں سے بھاگ گئی تو؟''

''یہ نہیں بھاگے گی۔''

''سچ ابا......''

''ایک دم سچ......''

امین چند لمحے تک تذبذب کے عالم میں کھڑا رہا۔کبھی اس کا ہاتھ بے تابی سے جیب کی طرف چلا جاتا تھا تو کبھی وہ ماریا کی طرف والہانہ انداز سے دیکھنے لگتا تھا۔بالآخر ماریا کو پانے کی للک، چرس کے نشے پر حاوی ہوگئی۔اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر چرس کی گولی نکالی اور اسے باپ کی ہتھیلی پر رکھتے ہوئے بولا۔

''آج سے چرس پینا بند......''

برسوں بعد سولہ ککرو نے اپنے بیٹے کو گلے لگا کر اس کا منہ چوما اور پھر اس کے گالوں کو تھپتھپاتے ہوئے بولا۔'' آج تو نے میرا جی خوش کردیا۔اب اگر تم میرے نقشِ قدم پر چلو گے نا تو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں ایک سال کے اندر سلام دین کا ہاؤس بوٹ اپنے قبضے میں کرلوں گا۔''

''وہ کہاں رہیں گے ابا؟'' اس نے بھولے پن سے پوچھا۔

''جہنم میں۔تم ان کی فکر میں کیوں مرے جارہے ہو؟''

''ابا تم کتنے شاطر ہو؟''

''مان گئے نا بیٹا؟''

''ہاں ابا......'' کہہ کر وہ دونوں ہاتھ ملا کر زور زور سے ہنسنے لگے۔



سلام دین، غلاما اور سلمہ نے پوری رات آنکھوں ہی آنکھوں میں کاٹی۔ باہر ذرا سا بھی کھٹکا ہوتا تھا تو ان کی جان نکل جاتی تھی کہ مبادا کہیں کوئی بری خبر لے کے نہ آجائے۔

صبح ہوتے ہوتے ان کی آنکھ لگی۔ ابھی انہوں نے ذرا سی جھپکی بھی نہیں لی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ تینوں بڑبڑا کر اٹھے۔ بے ساختہ غلاما کے منہ سے نکل گیا۔

''شاید وہ آگئی......''

وہ اٹھ کر دروازے کی طرف دوڑا۔ جوں ہی اس نے دروازہ کھولا تو سامنے ماریا کھڑی تھی۔ ماریا کو دیکھ کر سب کی جان میں جان آگئی۔ سلام دین سرعت سے کھڑا ہو گیا اور ماریا کی طرف بڑھ کر قدرے تندی سے بولا۔

''میم صاحب آپ رات بھر کہاں تھیں؟''

ماریا جواب میں کچھ نہ بولی بس تیکھی نگاہوں سے سلام دین کو گھورنے لگی۔

''میں آپ سے پوچھ رہا ہوں۔ آپ رات بھر کہاں تھیں؟''

اس کا چہرہ غصے سے تمتمانے لگا اور وہ بھرائے ہوئے انداز میں بولی۔

''یہ ضروری نہیں کہ میں تمہارے ہر سوال کا جواب دوں......''

''آپ تو ایسے بات کر رہی ہیں میم صاحب جیسے کچھ ہوا ہی نہیں ہے۔ آپ کو کیا پتا کہ رات بھر ہم پر کیا گزرتی رہی۔ پوری رات ہم مرتے رہے جیتے رہے۔''

''دیکھو تمہاری کہانی سننے میں مجھے کوئی Interest نہیں ہے۔'' وہ بڑی بے رخی سے بولی۔ ''میں Tired ہوں۔ آرام کرنا چاہتی ہوں۔''

کہہ کر وہ آگے بڑھی۔ سلام دین کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اس سے پہلے کہ معاملہ قابو سے باہر ہو جائے، غلاما نے سلام دین کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

''ابھی اس سے کچھ مت کہو لالہ، یہ تھکی ہوئی آئی ہے۔ اسے آرام کرنے دو......''

ماریا اپنے بیڈروم میں جا کر لیٹ گئی۔ سلام دین برافروختہ ہو کے بولا۔

''یہ سمجھتی کیا ہے اپنے آپ کو...... میں اس سے شادی کرنے کے لیے مرا نہیں جا رہا ہوں......''

''لالہ......'' غلاما نے گھبرا کر اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ ''لالہ کیوں بات کا بتنگڑ بنا رہے ہو؟ تم نے دیکھا نا کہ وہ اس وقت اپنے آپے میں نہیں ہے۔ تم ایسی بات کر کے آگ کو کیوں ہوا دے رہے ہو۔''

''ارے تم بھی کمال کرتے ہو۔ وہ رات بھر غائب رہی۔ بجائے اس کے کہ یہ اپنی اس حرکت پر شرمندہ ہوتی یہ تو الٹا ہمیں ہی آنکھیں دکھانے لگی۔ اوپر سے تم لوگ اسے کچھ کہنے کے بجائے مجھے ہی ٹوک رہے ہو۔ اللہ کا کرم ہے کہ کوئی اونچ نیچ نہیں ہوگئی نہیں تو اس وقت ہم دونوں جیل میں پڑے سڑ رہے ہوتے......''

''لالہ تمہارا کہنا بجا ہے۔ اسے بنا بتائے اس طرح رات بھر غائب نہیں رہنا چاہئے تھا۔ اب اس وقت جب کہ وہ بھی تناؤ میں ہے اور ہم بھی، بات کو بڑھانا مناسب نہ تھا، سو میں نے اسے آرام کرنے بھیج دیا۔ وہ جب فریش ہو کے اٹھے گی نا، تب آرام سے پوچھ لینا۔''

''ہاں لالہ۔ غلاما ٹھیک کہہ رہا ہے۔'' سلمہ جو بہت دیر سے چپ تھی بھائی کی تائید کرتے ہوئے بولی۔ ''پتا نہیں پوری رات اس نے کس تناؤ میں گزاری اس لیے اس وقت اس سے الجھنا، مناسب نہ تھا۔ اب اسے تھوڑی دیر کے لیے آرام کرنے دو۔ تب تک تم دونوں منہ ہاتھ دھو کے آجاؤ۔ میں تم دونوں کے لیے چائے بنا کے رکھ دیتی ہوں......''

غلاما بغل والے باتھ روم میں گھس گیا۔ سلام دین، سلمہ کے ساتھ ڈونگے میں چلا گیا۔



سولہ لکرو نہرو پارک کے سامنے والے چنار کے نیچے بیٹھا حقہ پی رہا تھا۔ بہت دنوں کے بعد وہ بڑا ابشاش بشاش اور پر سکون نظر آ رہا تھا۔ اس کے کئی چیلے چانٹے اس کے اردگرد بیٹھے اُس سے ٹھٹھا مخول کر رہے تھے۔ سولہ لکرو میں اس اچانک تبدیلی کو دکھ کر اس کے چیلے چانٹے دنگ تھے۔ وہ شخص جو کسی کے ساتھ سیدھے منہ بات نہ کرتا تھا آج ایسے لہک لہک کر بول رہا تھا جیسے اس جیسا ہنسوڑ اور زندہ دل انسان کوئی دوسرا نہ ہو۔

اچانک وہ ٹھٹھکا۔ اس نے سامنے سے جو اپنے بیٹے امین کو آتے دیکھا تو اس کے ہوش اڑ گئے۔ وہ اپنا حقہ چھوڑ کر اس کی طرف لپکا۔ وہ چلا رہا تھا۔

''ابا۔ابا......''

اس نے اسے روک کر بوکھلاتے ہوئے پوچھا۔

''چلا کیوں رہا ہے کم بخت۔ تمہاری اماں مر گئی کیا۔؟''

''نہیں وہ تو زندہ ہے۔'' اس نے سادگی سے جواب دیا۔

''تو پھر چلا کیوں رہے ہو؟''

''وہ میم بھاگ گئی ابا۔''

اس نے گھبرا کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھا اور پھر اسے ڈانٹتے ہوئے پھسپھساتے ہوئے بولا۔

''ابے آہستہ بول مردود۔ کیوں مجھے مروانے پر تلا ہے۔ اگر سلام دین کو پتا چل گیا کہ یہ آگ میری لگائی ہوئی ہے تو وہ مجھے کچا کھا جائے گا۔''

''وہ تمہیں کچا کھا جائے یا پکا، میں کچھ نہیں جانتا۔ مجھے وہ میم چاہئے بس......'' وہ مچلتے ہوئے بولا۔

''بیٹا میں جو کچھ کر رہا ہوں تمہارے بھلے کے لیے ہی کر رہا ہوں۔'' وہ اسے بڑے پیار سے سمجھاتے ہوئے بولا۔ ''اس میم سے تیری شادی ہو جائے گی نا تو تیری زندگی بدل کے رہ جائے گی۔ لوگ تجھ سے رشک کھانے لگیں گے۔ بس تو مجھ پر ایک مہربانی کر۔ اپنا منہ بند رکھ۔ یہ تیرا جو منہ ہے نا، پھٹے ہوئے ڈول کی طرح ہے۔''

''میں ابھی سے منہ بند رکھتا ہوں، پر یہ بتاؤ مجھے وہ میم مل جائے گی نا؟''

''میں نے کہہ دیا نا مل جائے گی۔'' وہ اپنے دانت پیس کر بولا۔

''اب کیا پٹے پر لکھ کے دوں۔ جا اب تو گھر جا...... میں جب تک نا بلاؤں۔ نہ تم خود آنا، نہ فاروق کو یہاں آنے دینا۔''

''اچھا ابا۔ جاتا ہوں......'' کہہ کر وہ چلا گیا۔

سولہ ککرو سلام دین کے ہاؤس بوٹ پر ایک زہر آلودہ نگاہ ڈال کر بڑبڑایا۔

''ابھی تو میں نے سلام دین کی زندگی میں ایک چنگاری ڈال دی ہے۔ میرا کلیجہ تو اس دن ٹھنڈا ہوگا جس دن میں اس چنگاری سے آگ کی لپٹیں اٹھتے دیکھوں گا۔''

کہہ کر وہ پھر سے اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک ٹیکسی گھاٹ کے پاس رکی۔ سارے ہاؤس بوٹ والے اور شکارے والے اس کی طرف لپکے۔ سولہ ککرو اطمینان سے بیٹھا حقہ پیتا رہا۔

اسی بیچ گنجا منا ادھر ادھر کچھ ڈھونڈتے ہوئے سولہ ککرو کے سامنے جا کے رکا۔ سولہ ککرو تو چند لمحے اسے یوں الٹی سیدھی حرکتیں کرتا دیکھتا رہا۔ جب اس سے رہا نہ گیا تو اس نے پوچھا۔

''ارے کیا ڈھونڈ رہے ہو تم؟''

''تم نے کسی ایسے آدمی کو دیکھا جس کی شادی ایک میم سے ہونے والی ہے؟''

''ہاں دیکھا ہے...... کیوں؟''

''اس نے مجھے بڑا الو بنایا۔'' وہ رو پڑا۔ ''مجھے اپنا حلیہ ٹھیک کرنے کے لیے اس نے مجھے زنانہ ورکشاپ میں جانے کو کہا......''

''زنانہ ورکشاپ؟'' اس نے چونک کے پوچھا۔

''ارے کاکا۔ وہ دوکان جہاں عورتیں زنانہ نائیوں سے اپنے بال بنواتی ہیں۔ چہرے مہرے کو ٹھیک کرواتی ہیں...... میں وہاں گھسا تو انہوں نے مجھے وہاں سے مار کے بھگا دیا۔ میں بھی اتنی جلدی کہاں ہار ماننے والا تھا۔ آخر ایک زنانہ نائی کو مجھ پر ترس آ گیا۔ اس نے مجھ سے بڑے

پیسے لیے اور تب جا کے میرا حلیہ درست کر دیا۔"

"تمہارا حلیہ تو اب بھی بگڑا ہوا ہے۔" وہ مضحکہ خیز نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر بولا۔

"اس کا کون سا نیا درست ہے تب بھی وہ میم سے شادی کر رہا ہے...... کیا تم کسی میم کو جانتے ہو۔"

"کس لیے؟"

"میں بھی میم سے شادی......"

سولہ ٹکرو اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی دہاڑا۔ "ابے او ٹوٹے ہوئے برتن۔ تم نے مجھے کوئی دلال سمجھ لیا کیا۔ تیری تو......" کہہ کر اس نے ایک پتھر اٹھایا اور منے کو مارنے کو دوڑا۔ منا چیختا، چلاتا وہاں سے دم دبا کر بھاگ گیا۔ سولہ ٹکرو سانپ کی طرح پھنکارتا رہا۔



شام ہوتے ہی ماریا بن ٹھن کے کمرے سے نکلی۔ سلام دین باہر بیٹھا ٹیپ ریکارڈر پر کشمیری گانے سن رہا تھا کہ اس نے ماریا کو باہر جاتے دیکھا۔ وہ کھڑا ہو کر تیزی سے اس کی طرف لپکا اور اس کا راستہ روک کے پوچھا۔ ''کہاں جارہی ہو میم صاحب؟''

''گھومنے......'' وہ بے رخی سے بولی۔

''آپ اکیلی نہیں جائیں گی۔ میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔''

"Why?......" وہ چیں بہ جبیں ہوکے بولی۔ ''تم ساتھ کیوں چلو گے۔؟ تم میرے کو کیا سمجھتے ہو؟''

''میم صاحب یہ آپ ہو کیا گیا ہے۔ آپ اس طرح میرے ساتھ بات کیوں کر رہی ہو؟'' اس نے جز بز ہو کے پوچھا۔

''وہ اس لیے کہ تم اپنے آپ کو بہت سمارٹ سمجھتا ہے۔''

اب کے سلام دین اپنے ابال کو روک نہ پایا وہ سیخ پا ہو کے چلایا۔

''بس میم صاحب بس۔ بہت ہو گیا۔''

اس کے تیور دیکھ کر ماریا سہم کر پیچھے ہٹ گئی۔ سلام دین اسی شدت سے بولا۔

''کیا ہے یہ سب......کل سے آپ نے یہ کیا تماشہ بنا لیا ہے۔ آخر آپ کل رات کہاں تھیں اور ابھی آپ رات گزارے کہاں جارہی ہو؟''

''میں کہاں تھی، کہاں جارہی ہوں، یہ بتانا میرے لیے ضروری نہیں ہے......'' وہ بدک کر بولی۔

''آپ کے لیے بتانا ضروری نہ ہو لیکن میرے لیے جاننا بہت ضروری ہے......''

''او کے......تم کو جو کرنا ہے کرو۔ ہم جاتا ہے۔'' اس نے غصے سے اپنے پاؤں زمین پر

پٹخے اور وہ تیزی سے تن تناتے ہوئے نکل گئی۔

سلام دین خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ اتنے میں غلاما بھاگتا ہوا آ گیا۔ سلام دین کو یوں کھولتے دیکھ کر اس نے پوچھا۔

''کیا ہوا لالہ......''

''وہ آج پھر شب گزاری کے لیے چلی گئی۔''

''تم نے اسے روکا نہیں لالہ؟''

''روکنا چاہا پر وہ رکی نہیں۔ پتا نہیں اسے ہو کیا گیا ہے وہ مجھ سے سیدھے منہ بات ہی نہیں کرتی۔ ایسا لگتا ہے جیسے کسی نے میرے خلاف اس کے کان بھرے ہوں، اسے بھڑکایا ہو۔''

''ایسا کون ہو سکتا ہے؟'' غلاما سوچ میں پڑ کر بولا۔

''اللہ جانے۔ ویسے یہ بھی ممکن ہے کہ یہ بات نہ ہو، بات کچھ اور ہو، پر کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے جس کے کارن میم صاحب کی سوچ اور اس کے نظریہ میں ایک دم تبدیلی آ گئی ہے۔ سب سے پہلے ہمیں یہ پتا لگانا ہوگا کہ یہ رات بھر جاتی کہاں ہے۔ کن لوگوں کے ساتھ اٹھتی بیٹھتی ہے۔''

''اس کا پتا میں لگالوں گا...... میں بھی دیکھنا چاہتا ہوں کہ در پردہ اس کٹھ پتلی کو کون نچا رہا ہے!''

''دیکھو۔ جوش میں کہیں ہوش مت کھو بیٹھنا۔ تمہاری یہ عادت ہے نا کہ تم ذرا سی بات پر ابل پڑتے ہو۔''

''لالہ۔ تم پریشان مت ہو جاؤ۔ میں کسی سے نہیں الجھوں گا پر یہ پتا ضرور لگالوں گا کہ میم صاحب کو ہمارے خلاف کون بھڑکا رہا ہے......''

کہہ کر وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔ سلام دین آ کے ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس کا جی بڑا بیاکل اور پریشان ہوا جا رہا تھا۔ ماریا کی بے رخی اس کے کلیجے کو برما رہی تھی...... اس کی آنکھیں ڈبڈبانے لگیں اور وہ سر اپنے گھٹنوں میں ڈال کر سسکنے لگا۔



غلاما جوں ہی شکارے میں بیٹھ کر اسے گھاٹ کی طرف موڑنے لگا تو اچانک اس کی نظر گھاٹ پر پڑی۔ گھاٹ پر اس نے جو دیکھا وہ دیکھ کر وہ سن ہو کے رہ گیا۔ سولہ ککرو ماریا کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے شکارے میں بٹھا رہا تھا۔

غلاما کے رگ و پے میں بجلیاں سی دوڑنے لگیں۔ آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اس کے جی میں آرہا تھا کہ وہ ایک جست لگا کر سولہ ککرو پر قہر بن کر ٹوٹے۔ آخر سولہ ککرو نے ایک بار پھر یہ ثابت کر کے دکھا دیا تھا کہ وہ ان کی زندگی میں بار بار زہر گھولتا رہے گا۔

آج ماریا کو مکاری سے اپنے بس میں کر کے اور اسے سلام دین کے خلاف بھڑکا کر، وہ بازی مار گیا تھا۔

غلاما اپنے بھائی کے بارے میں سوچنے لگا، جس کے دل میں پہلی بار محبت کا پھول کھلا تھا۔ جس پہلی بار کسی لڑکی کو من کی گہرائیوں سے چاہا تھا پر محبت کی تکمیل سے پہلے ہی سولہ ککرو اس پیار کے بندھن پر کند چھری چلا چکا تھا۔ وہ محبت کی پھلواری پر بجلیاں گرا چکا تھا۔

غلاما کا کلیجہ منہ کو آنے لگا۔ ایک طرف سولہ ککرو کی گھناؤنی صورت کو یاد کر کے اس کا خون کھول رہا تھا، دوسری طرف اپنے بھائی کے معصوم چہرے کا خیال آتے ہی اس کا کلیجہ کٹ کٹ کے گر رہا تھا۔

وہ بہت دیر تک پتھر بنا، بزبات کے یہ بے رحم تھپیڑے سہتا رہا۔



مارے خوشی کے سولہ ٹکرو کے پاؤں زمین پر نہیں پڑ رہے تھے۔اسے لگ رہا تھا جیسے وہ چل نہیں رہا ہو بلکہ اڑ رہا ہو۔اس کا اس قدر مسرور ہونا کسی حد تک واجب بھی تھا، کیونکہ جو لڑکی چند دن پہلے اس کے نام سے بھی واقف نہ تھی، آج اسی لڑکی کو اس نے اپنی مکاری سے پوری طرح اپنے بس میں کرلیا تھا۔آج وہ اس کٹھ پتلی کی طرح تھی جس کی ڈور سولہ ٹکرو کے ہاتھوں میں تھی اور وہ اسے اپنے اشاروں پر نچا رہا تھا۔

اپنے منصوبے کو کامیاب ہوتے دیکھ کر وہ نازاں وشاداں ماریا کو اپنے ہاؤس بوٹ کے اندر لے آیا۔اندر امین اور فاروق بیٹھے تھے۔امین نے جب ماریا کو دیکھا تو وہ خوشی سے جھوم اٹھا۔فاروق کے چہرے پر بھی مسرت کی لہر دوڑ گئی۔

ماریا صوفے پر بیٹھ گئی۔سولہ ٹکرو نے اسکاچ کی بوتل اس کے سامنے رکھ دی۔ماریا نے ایک پیگ بنالیا۔

''ساتھ میں کچھ لوگی میم صاحب؟'' سولہ ٹکرو نے بے تابی سے پوچھا۔

''ایک چکن سوپ پلادو۔بس......'' وہ پہلا پیگ خالی کر کے بولی۔

سولہ ٹکرو نے امین کی طرف دیکھا جو للچائی آنکھوں سے ماریا کو گھور رہا تھا۔

''ایسے کیا گھور رہا ہے کمبخت؟'' وہ غصے سے اس کے ایک زور کی چٹکی لے کر بولا۔امین ایک ہلکی سی چیخ مار کر پیچھے ہٹ گیا۔وہ اس کی طرف کھا جانے والی نظروں سے دیکھ کر چلایا

''جا اپنی ماں سے کہہ دے کہ وہ اس کے لیے ایک بڑھیا چکن سوپ بنا کر بھیج دے۔''

''یہ پیچھے سے جائے گی تو نہیں نا؟'' اس نے بے چینی سے پوچھا۔

''نہیں جائے گی۔'' وہ جھلا کر بولا۔

امین چلا گیا تو ماریا نے سولہ ٹکرو سے پوچھا۔''یہ لڑکا کیا بولتا ہے۔؟''

''میم صاحب وہ کیا ہے کہ میرا لڑکا تمہارا دیوانہ ہو گیا ہے۔ کہتا ہے میم صاحب کے لیے اپنے ہاتھوں سے سوپ تیار کروں گا۔ سوپ پی کر جب وہ لیٹے گی تو اس کے پیر دباؤں گا......''

ماریا قدرے جذباتی ہو کے بولی۔

''تمہارا بیٹا بہت اچھا ہے۔ بہت پیارا ہے۔ ہم اس کا نام بھول گیا۔ کیا نام ہے اس کا......''

''محمد امین میم صاحب......میرا دوسرا بیٹا بھی بہت ہینڈسم ہے۔ پر بہت شرمیلا ہے۔''

فاروق جو دروازے کی اوٹ میں کھڑا تھا، بتیسی نکال کر ماریا کو بھوکی نگاہوں سے گھورنے لگا۔

''میم صاحب، تم نے سلام دین سے آج کوئی بات کی۔؟''

''ہاں صبح اس کا میرا جھگڑا ہوا۔ وہ پولیس کی طرح ہم سے بار بار ایک ہی سوال کرتا رہا۔ ہم رات بھر کدھر تھا۔ کدھر تھا۔؟''

''آپ نے کچھ بتایا تو نہیں۔؟'' سولہ ککرو نے گڑبڑا کے پوچھا۔

''نہیں......'' وہ سادگی سے بولی۔

''اچھا کیا آپ نے جو ادھر کے بارے میں کچھ بتایا نہیں۔'' وہ راحت کی سانس لے کر بولا۔ ''میرے خیال میں اب آپ کو وہاں سے نکل جانا چاہئے۔ وہاں پر رہنا اب آپ کے لیے خطرناک ہو سکتا ہے۔''

''وہ کیوں؟'' اس نے گھبرا کے پوچھا۔

''سلام دین سنکی قسم کا آدمی ہے۔ وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ آپ کی جان بھی لے سکتا ہے۔''

''اوہ نو......'' ماریا لرز گئی۔

''میم صاحب۔ میں اس کمینے کو بچپن سے جانتا ہوں۔ ایک دم خبطی ہے وہ۔ اسے جب کبھی دورہ پڑ جاتا ہے تو وہ آگے پیچھے کچھ نہیں دیکھتا۔ چھرا، چاقو جو بھی ہاتھ لگے، لے کے مارنے کو دوڑتا ہے۔ میں تو آپ کو یہی مشورہ دوں گا کہ جتنی جلدی ہو سکے وہاں سے نکل جاؤ۔ بعد میں یہ مت کہنا کہ مجھے کسی نے بتایا نہیں......''

ماریا کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک رنگ جا رہا تھا۔ اس نے ایک بڑا سا پیگ بنا لیا اور اسے نمٹا نمٹ پی گئی۔ سولہ ککرو ماریا کی حالت دیکھ کر دل ہی دل میں مسرور و شاد ہوا جا رہا تھا۔

ماریا نے لرزتے ہاتھوں سے ایک سگریٹ سلگایا۔اس کے ہاتھوں کی کپکپی یہ صاف ظاہر کررہی تھی کہ وہ اندر سے کافی ڈری اور سہمی ہوئی تھی۔

''میں سلام دین کو چھوڑوں گی نہیں.....'' وہ غصے کی شدت سے تھرتھراتی آواز میں بولی۔

''وہ ہم کو بہت Cheat کیا۔''

''میں تو پہلے ہی دن آپ کو بولنے والا تھا کہ اس کے چہرے مہرے پر مت جاؤ۔وہ باہر سے جتنا بھولا دکھائی دیتا ہے، اندر سے وہ اتنا ہی کالا ہے۔وہ کہتے ہیں نا ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور۔اگر وہ اتنا اچھا ہوتا تو اب تک کنوارا کیوں ہوتا۔؟ کون سنگدل باپ اپنی بیٹی کو اس پاگل کے سنگ بیاہے گا......''

ماریا کے دل میں ایک تلاطم اٹھا تھا......وہ ایک تنکے کی مانند جذبات کے اس طوفان میں ادھر سے ادھر بہے جارہی تھی۔

اتنے میں امین سوپ لے کر آگیا۔سولہ لگرو نے امین کے ہاتھوں سے سوپ کا پیالہ لے کر ماریا کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

''میم صاحب۔سوپ پیئو......''

ماریا نے ایک جھرجھری لی اور پھر سوپ کو چکھ کر بولی۔''بہت اچھا ہے۔''

''میرا لڑکا بھی بہت اچھا ہے۔وہ آپ کو ہر طرح سے خوش رکھے گا۔آپ اسے آسمان کے تارے توڑ کر لانے کے لیے کہوگی نا تو یہ پگلا وہ بھی توڑ کر لائے گا۔''

کہہ کر وہ خود ہی بہت بھدے ڈھنگ سے ہنسنے لگا۔ماریا نے ایک پیگ اور بنایا۔

تھوڑی دیر بعد وہ نشے سے غین ہو کے صوفے پر لیٹ گئی۔سولہ لگرو اپنی کامیابی کا جشن مناتا ہوا، جھومتے جھامتے اپنی بیوی کے پاس چلا گیا۔



سلام دین، غلا ما اور سلمہ سوگواروں کی طرح اپنے ڈونگے میں بیٹھے تھے۔ غلا ما غصے اور صدمے کی ملی جلی کیفیت سے بھائی کی طرف مخاطب ہو کے بولا۔

''میں ہمیشہ تم سے کہتا رہا کہ سولہ کاک آستین کا سانپ ہے۔ پتا نہیں کس دن ڈس لے گا۔ اب آخر ڈس ہی لیا نا اس نے۔''

سلام دین رقت انگیز آواز میں بولا۔

''میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ لاکھ برا، بدخواہ سہی، پر اتنا گرا ہوا نہیں کہ وہ ایسی اوچھی حرکت پر اتر آئے گا۔ میم صاحب کے دل میں ہمارے خلاف ایسا زہر بھر دے گا......''

''لالہ...... جو آدمی ہمارے منہ پر ہمیں تباہ و برباد کرنے کی دھمکی دے کر چلا جائے، وہ آدمی کچھ بھی کر سکتا ہے۔ کل رات جب میم صاحب لوٹی نہیں تو میں اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ اس کالے سانپ نے میم صاحب کو ہمارے خلاف ضرور بہکا دیا ہے۔ ایک نمبر کا چغل خور ہے وہ......''

''پتا نہیں وہ ہم سے کس بات کا بیر رکھتا ہے؟''

''میں جانتا ہوں لالہ...... وہ ہم سے اتنا بیر کیوں رکھتا ہے؟ ہم نے اپنی شرافت اور ایمانداری سے یہ جو ساکھ بنالی ہے نا، وہ اس سے جلتا ہے۔ ہماری خوشحالی سے ایک آنکھ نہیں بھاتی اس لیے وہ ہم کو تباہ کرنے پر تلا ہوا ہے۔''

سلمہ جو بہت دیر سے سر جھکائے ان کی باتیں سن رہی تھی بہت ہی گمبھیر لہجے میں بولی۔

''سولہ کاک کی جلن اور رقابت کی وجہ یہ نہیں کچھ اور ہے۔''

''مطلب......؟'' غلا ما نے سوالیہ نظروں سے سلمہ کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''مطلب یہ کہ اسے یہ گوارہ نہ ہوا کہ لالہ کسی میم سے شادی کرے جس دن سے اس نے

یہ خبر سنی۔اس دن سے اس کے سینے پر سانپ لوٹنے لگے ہیں۔اس کے دن کا چین اور راتوں کا آرام لٹ گیا ہے۔وہ جب سے ہی ہمارے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گیا ہے۔''

''اپنے مولا پر بھروسہ رکھو......'' سلام دین، اسے سمجھاتے ہوئے بولا۔ ''بنانا یا بگاڑنا کسی انسان کے حد اختیار میں نہیں ہے۔جو انسان خود مالک کے آسرے پر زندہ ہو، وہ کسی کے مقدر کو کیا بگاڑ سکتا ہے۔''

غلاما بھائی کی بات سن کر تنک کے بولا۔

''لالہ تم اس زمانے کی بات کر رہے ہو، جب سچ کا بول بالا تھا اور جھوٹوں کا منہ کالا ہوتا تھا۔آج کل سچے مر جاتے ہیں اور جھوٹوں کو تپ بھی نہیں آتی۔''

''ایسی بات نہیں ہے غلاما۔اللہ کی جو لاٹھی ہے نا وہ بے آواز ہے۔وہ کب کہاں برسی کسی کو پتا بھی نہیں چلتا۔اب سولہ کاک کو ہی دیکھو نا۔کون سی خوشی ہے اس کے گھر میں۔دولڑکے، دونوں بے کار اور نکھٹو۔دن بھر چرس پی کر لاوارثوں کی طرح ادھر ادھر پڑے رہتے ہیں۔اب اس سے زیادہ مار کیا پڑ سکتی ہے پھوپھا کو۔اسے تو نہ جیتے جی چین ملے گا نہ مر کر اس سے کہیں زیادہ خوش نصیب اور سکھی تو ہم لوگ ہیں۔''

''ہاں یہ بات تو ہے لالہ......'' سلمہ اس کی تائید کرتے ہوئے بولی۔

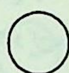
اچانک رات کا سکوت لہروں کی ہلچل سے ٹوٹ گیا۔غلاما نے کھڑکی سے جھانک کر جو دیکھا تو اندھیرے میں اسے ایک شکارا ہاؤس بوٹ کی جانب آتا دکھائی دیا۔

شکارا ہاؤس بوٹ سے لگ کر کھڑا ہو گیا، پھر اس میں دو ہیولے کھڑے ہو گئے۔اور انہوں نے ایک لڑکھڑاتے آدمی کو ہاؤس بوٹ کے کنارے تک سہارا دیا اور پھر یہ دونوں شکارے میں بیٹھ کر اندھیرے میں کہیں غائب ہو گئے۔

غلاما کو سمجھنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔یہ سولہ ککرو اور اس کا بیٹا امین ککرو تھا جو ماریا کو یہاں چھوڑنے آ گئے تھے۔

جونہی وہ ڈونگے سے نکل کر ہاؤس بوٹ میں داخل ہوا تو سامنے ماریا شراب کے نشے میں ڈوبی لڑکھڑاتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف جا رہی تھی۔غلاما اس کے سامنے سکتے کے عالم میں کھڑا رہا۔

اتنے میں سلام دین بھی آ گیا وہ بھی ماریا کی حالت دیکھ کر دھک سے رہ گیا۔



رات سے صبح ہوگئی، پر سلام دین پتھر کی مورت بنا ہاؤس بوٹ کی کھڑکی کے پاس بیٹھا رہا۔ اس ایک رات میں اسے اپنا سب کچھ مٹتا، اجڑتا نظر آیا۔ آخر کیا کیا حسین خواب دیکھے تھے اس نے، آج وہ سارے خواب ملیا میٹ ہو چکے تھے۔ اس کا پیار، اس کی خوشی، اس کا سرور، اس کے سپنے...... اور وہ بے بسی سے اپنی دنیا کے لٹنے کا تماشہ دیکھتا رہا۔

سلمہ جب چائے لے کے آئی تو بھائی کا مرجھایا ہوا چہرہ دیکھ کر وہ من مسوس کر رہ گئی۔

''کل رات سے مون بنے یہاں پہ بیٹھے ہو۔ آخر کس کے لیے اپنا خون جلا رہے ہو تم......؟''

''کس کے لیے اپنا خون جلاؤں میں۔؟ جیسے اپنا سجھ بیٹھا تھا میں وہ تو پتھر نکلا۔ ایک بے جان بت کی پرستش کرتا رہا......'' اچانک اس کی آواز بھر آئی اور وہ گلوگیر لہجے میں بولا۔ ''اس میں کسی کا کوئی قصور نہیں۔ دراصل میری زندگی میں کسی کا پیار پانا لکھا ہی نہیں ہے۔''

''لالہ...... دیکھا جائے تو قصوروار یہ بھی نہیں ہے۔ قصوروار تو وہ ہے جس نے اس کے دل میں ہمارے خلاف زہر بھر دیا۔ تم سے شادی کا فیصلہ لینے کے بعد یہ کتنی بدل گئی تھی۔ پہلے چرس پیتی تھی۔ اس فیصلے کے بعد اس نے چرس پینا ہی چھوڑ دیا تھا۔ کچن میں آ کر میرا ہاتھ بٹاتی تھی۔ کبھی میں اس کے بال بناتی تھی تو کبھی یہ میرے...... اس جہنمی نے اسے ہمارے خلاف الٹی سیدھی پٹی پڑھا دی کہ یہ ہمارے ساتھ اس طرح سے برتاؤ کرنے لگی۔''

''یہ اگر کان کی اتنی کچی ہے تو مجھے لگتا ہے کہ ہم دونوں کی کبھی نہیں نبھ سکتی۔ اگر اس کے یہی رنگ ڈھنگ رہے تو میں یہ کہوں گا کہ بخشو بی چو ہالنڈ ورا ہی بھلا۔ نہیں چاہئے مجھے ایسی بیوی۔ نہیں کرنی ہے مجھے شادی۔''

''ابھی سے جی چھوٹا مت کرو لالہ۔ لو چائے پی لو......''

سلام دین نے جوں ہی چائے کا کپ ہاتھ میں لیا تو اچانک ماریا نے بیڈروم کا دروازہ دھڑ سے کھولا اور وہ سلمہ پر چلاتے ہوئے بولی۔

''سلمہ۔سلمہ۔میری چائے کدھر ہے؟''

''ابھی لے آئی میم صاحب......''

''ابھی تک کہاں سو رہی تھی۔ابھی تک کیوں نہیں لے آئی......''

''غلطی ہو گئی میم صاحب۔ابھی لے کے آتی ہوں۔''

سلمہ کچن کی طرف بھاگی جب کہ سلام دین ابل کر کھڑا ہو گیا، اور ماریا کی طرف جارحانہ انداز سے دیکھ کر بولا۔

''اتنا چیخنے کی کیا ضرورت ہے؟''

''او مسٹر......میرے کو آنکھیں مت دکھا؟''

سلام دین جو پہلے ہی جلا بھنا بیٹھا تھا، ماریا کے برتاؤ نے جلتی آگ پر تیل کا کام کر دیا۔ غصے سے چائے کا کپ فرش پر پٹخ پر وہ چلا کر بولا۔

''تم کس بات پر کل سے پھنکار رہی ہو۔کیا سمجھتی ہو تم اپنے آپ کو......خرید لیا کیا ہمیں۔ہاں۔خرید لیا کیا......؟''

''او مسٹر میرے پر چلاؤ مت!''

''چپ۔بہت ہو گیا تیرا ناٹک۔یہ شریفوں کا گھر ہے کسی رنڈی کا کوٹھا نہیں کہ تم جب چاہو، جیسا چاہو، من مانی کرتی رہو، یہاں رہنا ہے تو قاعدے سے رہو، نہیں تو یہ ہاؤس بوٹ خالی کر دو؟''

''یو راسکل......'' وہ اسے دھکا مار کر بولی۔''تم مجھے Threaten کرتا ہے؟''

اچانک ایک زناٹے کا تھپڑ ماریا کے گال پر پڑا۔ماریا چکرا کر نیچے گر پڑی۔سلاما جو کافی مشتعل ہو چکا تھا، چلا کر بولا۔

''بے حیا، بے شرم کس بات پر اتنا اتراتی ہے تو......ہاں......''

وہ زخمی شیرنی کی طرح اٹھی اور سلام دین پر جھپٹتے ہوئے چلائی۔

''یو راسکل۔تم نے مجھے مارا۔تم نے مجھے مارا......''

وہ اسے پاگلوں کی طرح طمانچے مارتی رہی اور سلام دین بڑبڑا کر رہ گیا۔شور سن کر غلاما

اور سلمہ بھاگتے ہوئے آ گئے۔ یہ منظر دیکھ کران کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔ غلاما نے ماریا کو بڑی مشکل سے الگ کیا۔ وہ اب تک غصے سے پھنکار رہی تھی۔

''کیا ہوا میم صاحب۔ کیا ہوا؟''

"Get lost all of you." وہ غلاما پر چلاتے ہوئے بولی۔

''چلاؤ مت......!'' سلام دین غضب ناک ہو کے چلایا۔ ''میرے بھائی بہن پر چلاؤ مت۔ بہت ہو گیا۔ اب کے میرے بھائی بہن سے اونچی آواز میں بات کی نا تو قسم خدا کی اٹھا کے ڈل میں پٹخ دوں گا۔''

''یہ تم کیا کر رہے ہو لالہ......'' غلاما بھائی کو ٹوکتے ہوئے بولا۔

''میں جو کچھ بھی کر رہا ہوں ٹھیک کر رہا ہوں۔ مجھے یہ قدم کل ہی اٹھانا چاہئے تھا۔ اسے دھکے مار کر کل ہی یہاں سے نکال دینا چاہئے تھا۔''

''میں جا رہی ہوں......''

''ہاں ہاں جاؤ۔ کوئی یہاں تمہیں روکے گا نہیں......''

وہ روتے ہوئے اپنے کمرے میں گھسی اور اپنا سامان سمیٹنے لگی۔ سلمہ اسے روکتے ہوئے بولی۔

''میم صاحب مت جائیے۔ خدا کے لیے مت جائیے۔''

''اب ہم یہاں نہیں رکے گا۔ وہ سلطان انکل ہم کو ٹھیک بولا تھا۔ یہ ہم کو Pitch کرے گا۔ ہم کو مارے گا۔''

''میم صاحب سولہ کاک نے آپ سے جو کچھ بھی بولا۔ جھوٹ بولا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ آپ کی شادی لالہ سے ہو اس لیے اس نے آپ کے کان بھرے۔''

''میں اب کوئی صفائی سننا نہیں چاہتی۔'' وہ اپنا بیگ اٹھا کر باہر آ گئی۔ ''میں جا رہی ہوں......''

وہ جب جانے لگی تو سلمہ نے سلام دین کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

''اسے روکو لالہ۔ اسے روکو......''

''نہیں۔ میں اسے روکوں گا نہیں۔ اس کا یہاں سے جانا ہی ہم سب کے لیے بہتر ہے۔'' سلمہ روتی کڑھتی رہی۔ جب کہ غلاما سناٹے میں کھڑا رہا۔ سلام دین بوجھل قدموں کے

ساتھ ڈونگے کی طرف بڑھا اور پھر نڈھال ہو کر ایک کونے میں جا کر بیٹھ گیا۔ اس کا دل اندر سے رو رہا تھا۔



سولہ لکرو حسب معمول نہرو پارک گھاٹ پر بیٹھا تھا کہ اچانک اس کی نظر ماریا پر پڑی جو شکارے سے اتر کر اپنا سامان لیے اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔ سولہ لکرو خوشی سے اچھل پڑا۔ وہ اٹھ کر ماریا کی طرف لپکا۔ اچانک اس کی نظر ماریا کے چہرے پر پڑی جو اب تک آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا۔

''میم صاحب۔ تم رو رہی ہو؟''

''ہاں۔ اس نے ہم کو مارا......''

کہہ کر وہ پھر سے روتے ہوئے سولہ لکرو کے سینے سے لگ کر کھڑی ہوگئی۔ سولہ لکرو اس کے بالوں کو سہلاتے ہوئے بولا۔

''تم کو اب رونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ آج کے بعد وہ روئے گا جس نے آپ کو رلا دیا۔ یہ میرا آپ سے وعدہ......''

ماریا نے الگ ہو کر اپنے آنسو پونچھے اور پھر وہ سولہ لکرو کے ساتھ شکارے کی طرف بڑھنے لگی۔ گھاٹ پر بیٹھے سبھی لوگ حیرت سے یہ منظر دیکھنے لگے۔

ان کے شکارے میں بیٹھتے ہی لوگ آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ کچھ لوگ اداس تھے تو کچھ خوش۔

سولہ لکرو ماریا کو اپنے ہاؤس بوٹ میں لے گیا۔ غلاما ہاؤس بوٹ کے باہر بیٹھا یہ سارا منظر غضب ناک آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

امین اور فاروق نے جب ماریا کو اپنے ہاؤس بوٹ کی طرف آتے دیکھا تو وہ خوشی سے جھومنے لگے۔ سولہ لکرو کا شیطانی منصوبہ آج پوری طرح سے کامیاب ہوا تھا۔



سلام دین ڈونگے کے ایک کونے میں بیٹھا رو رہا تھا کہ دفعتاً وہ بڑبڑا کر اٹھا۔ کیا دیکھا کہ غلاما ہاتھ میں چھرا لے کر باہر جانے کی کوشش کر رہا تھا، جب کہ سلمہ اس کے ہاتھ سے چھرا چھیننے کی کوشش کر رہی تھی۔

''لالہ اسے روکو......''

سلمہ چیخنے، چلانے لگی۔ غلاما غصے سے پاگل ہوا جا رہا تھا۔ اس کے سر پر خون سوار تھا۔

سلام دین نے لپک کر اس کے ہاتھ سے چھرا چھینا اور پھر اسے ڈانٹتے ہوئے پوچھا۔

''یہ چھرا لے کے تو کہاں جا رہا تھا؟''

''میں سولہ کاک کا خون پی جاؤں گا۔'' وہ غصے کی شدت سے اپنے دانت پیستے ہوئے بولا۔ ''اس نے ہماری زندگی میں آگ لگا دی نا۔ میں اس کی زندگی میں آگ لگا دوں گا۔ میں اسے نیست و نابود کر دوں گا، میں......''

سلام دین کی آنکھوں سے ایک بار پھر آنسو ٹپکے۔ اس نے روتے روتے غلاما سے پوچھا۔

''تو یہ سب کچھ اپنے لالہ کے لیے کر رہا ہے نا؟''

''ہاں...'' وہ مضبوطی سے بولا۔

''تو پھر ایسا کر۔ سب سے پہلے یہ چھرا اپنے لالہ کے کلیجے میں گھونپ دے۔ پھر تمہارے دل میں جو آئے سو کر لے۔''

اس کا بدن ڈھیلا پڑ گیا اور وہ کمزور سی آواز میں بولا۔

''میں تیری جان لوں .... یہ تو کیا کہہ رہا ہے لالہ، تیری ایک جان پر تو میری ہزاروں جانیں قربان ہیں۔''

''اگر تو لالہ کی ایک جان پر ہزار جانیں قربان کر سکتا ہے تو پھر یہ بدلہ کس لیے؟''

''میرے اندر آگ لگی ہے لالہ۔'' وہ جذبات کی شدت سے چلایا۔ ''آج تک میں نے تمہاری آنکھوں میں کبھی آنسو نہیں دیکھے۔ آج یہ آنسو دیکھ کر میری چھاتی پھٹی جا رہی ہے۔ میں اپنی موت تو ہنستے ہنستے سہہ لوں گا، پر تیری آنکھ میں آنسو نہیں دیکھ سکتا......''

سلاما بے ساختہ غلاما سے لپٹ کر بولا۔

''پل بھر کے لیے میں بہک گیا تھا میرے بھائی۔ انسان ہوں نا۔ اب نہیں بہکوں گا میں، یہ تم سے وعدہ رہا۔ بھول جاؤں گا کہ کبھی میری زندگی میں ماریا نام کی کوئی لڑکی آئی تھی، جو چند دن میرے جذبات کے ساتھ کھیل کر چلی گئی۔''

اب کے دونوں بھائی گلے مل کر رونے لگے۔ سلمہ بھی ان دونوں کو روتے دیکھ کر اپنے آنسو روک نہیں پائی۔ سلاما روتے ہوئے بولا۔

''زندگی میں کبھی ایسا مقام بھی آتا ہے جب انسان ایک پل میں سب کچھ ہار جاتا ہے۔ ایک بازی میں نے بھی کھیلی تھی۔ جیتنا میرے نصیب میں نہ تھا، سو میں ہار گیا۔ زندگی میں ہار جیت تو لگی ہی رہتی ہے......''

''ہماری جیت کو ہار میں بدل دیا گیا'' غلاما سکتے ہوئے بولا۔ ''میں سولہ کاک کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔ مرتے دم تک اسے معاف نہیں کروں گا......''

وہ اس کے منہ کو چومتے ہوئے بولا۔

''میرے بھائی۔ سزا اور جزا کا اختیار نہ تیرے ہاتھوں میں ہے اور نہ میرے ہاتھوں میں۔ سزا اور جزا کا فیصلہ تو وہی کرتا ہے جو اس کائنات کا مالک ہے۔ اگر میں غلط ہوں تو مجھے سزا ضرور ملے گی اور اگر میں غلط نہیں ہوں تو پھر اسے سزا ملے گی جس نے یہ ساری سازش رچی۔ ہم تم گناہ کر کے، گناہ گار کیوں بنیں۔ چل ڈونگے میں چلتے ہیں۔ اب یہاں کیا رکھا ہے۔''

وہ اسے ڈونگے میں لے گیا۔ سلمہ بھی ان کے پیچھے پیچھے ہو لی۔ اس کی آنکھوں سے اب تک آنسو رواں تھے اور یہ آنسو دینے والا کوئی غیر نہیں بلکہ ان کا پھوپھا سلطان لکر وتھا۔



سولہ لکرو کے لیے آج کا دن عید سے کم نہ تھا۔ ماریا سلام دین سے قطع تعلق کر کے سولہ لکرو کی پناہ میں پہنچ چکی تھی۔ ایک طرف جہاں سلام دین کا جگر پاش پاش ہو رہا تھا وہیں دوسری طرف سولہ لکرو بغلیں بجا رہا تھا۔

وہ چنار کے نیچے بیٹھا اپنے چیلے چانٹوں کے ساتھ ہنسی ٹھٹھول کر رہا تھا، تبھی بشیر چائے والے نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔ ''بڑے چھپے رستم نکلے تم سولہ کاکا، سلام دین والی میم کو آخر تم نے اپنے بس میں کر ہی لیا۔ ہمیں بھی تو بتاؤ کاکا کہ آخر تم نے اس پر ایسا کیا جادو کر دیا کہ وہ سلام دین کو ٹھوکر مار کر تمہارے ساتھ چل دی۔''

سولہ لکرو نے حقّے کا ایک لمبا سا کش لیا اور پھر کچھ سوچتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے بولا۔

''وہ کیا ہے کہ یہ کمبخت سلام دین اسے بہت تنگ کرتا تھا۔ ایک دو بار تو اس نے اس کو مارا پیٹا بھی......''

''مارنے پیٹنے کی کوئی وجہ تو ہو گی؟'' بشیر نے اسے کریدتے ہوئے پوچھا۔

''یہ اس کے سارے پیسے چھین لینا چاہتا تھا۔ جب اس نے پیسے دینے سے انکار کر دیا تو اس نے تاؤ میں آ کر اس کی پٹائی کر دی۔''

''یہ پولیس میں رپورٹ کرنے کے بجائے تمہارے ہاؤس بوٹ میں کیوں چلی گئی؟'' بشیر نے ہمت کر کے پوچھا۔

''دراصل اس نے ایک دن میرے بیٹے امین کو دیکھا۔ پتا نہیں اس کی کون سی ادا اسے بھا گئی کہ وہ اس پر لٹو ہو گئی......''

''کہیں مار پیٹ کی وجہ......'' بشیر نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

سولہ لکرو بدک کے بولا۔



سلام دین لڑکھڑاتے قدموں سے ہاؤس بوٹ میں داخل ہوا۔ سولہ ککرو اور اس کے ساتھیوں کے قہقہے اب تک شکاری کتوں کی مانند اس کا پیچھا کر رہے تھے۔ وہ تیزی سے ایک بیڈروم میں گھسا اور پھر بیڈ پر اوندھے پڑ کر بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

سلمہ جو ہاؤس بوٹ کے پچھلے دروازے پر کھڑی بال سکھا رہی تھی، پہلے بھائی کو یوں ہڑکھڑاتے چلتے دیکھ کر دھک سی رہ گئی۔ جب وہ بیڈروم میں گھسا تو اس کا ماتھا ٹھنکا۔ وہ بڑبڑا کر کمرے کی طرف بھاگی۔ کمرے کے اندر جوں ہی اس نے قدم رکھا تو اس کی چھاتی پھٹ پڑی۔ سلام دین پھپھک پھپھک کے رورہا تھا۔

''کیا ہوا لالہ؟'' اس نے بدحواس ہو کے پوچھا۔

وہ کچھ نہ بولا۔ بس یوں ہی روتا رہا۔

''لالہ۔ کیا ہوا۔ تم رو کیوں رہے ہو؟ لالہ میری جان جا رہی ہے۔ کچھ تو بولو۔ خدا کے لیے کچھ تو بولو......''

سلام دین نے تھوڑی دیر بعد اپنے جذبات پر قابو پالیا۔ وہ دھیرے دھیرے اٹھا اپنے آنسو پونچھے اور پھر آنکھیں جھکا کر درد بھری آواز میں بولا۔

''لوگ مجھے چین سے جینے نہیں دیں گے۔ وہ میم میرے منہ پر تھوک کر کیا چلی گئی کہ لوگوں کو میری کھلی اڑانے کا ایک اور بہانہ مل گیا۔''

سلمہ کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو بہنے لگے۔ وہ بیڈ پر بیٹھی اور پھر بھائی کا سر سہلاتے ہوئے بولی۔

''لوگوں نے پیر پیغمبروں کو نہیں بخشا۔ ہم تم کیا چیز ہیں۔ دھیرج رکھو لالہ۔ دھیرج رکھو۔ آج جو تمہاری ہنسی اڑا رہے ہیں نا، اللہ نے چاہا تو کل ان کا منہ کالا ہو جائے گا۔ اس کے گھر میں

دیر ضرور ہے۔ پر اندھیر نہیں ہے۔"

سلام دین بہن کے کاندھے پر سر رکھ کر بہت دیر تک سسکتا رہا۔



غلاما گھاٹ پر شکارے کے لیے کھڑا تھا کہ اتنے میں محی الدین پیچھے سے نکل آیا۔ وہ غلاما کو دیکھ کر چلایا۔

''غلاما......''

غلاما نے پلٹ کے جو دیکھا تو محی الدین اسے اپنی جانب آتے دکھائی دیا۔ اس نے حیرت اور حسرت کے ملے جلے لہجے میں پوچھا۔

''ارے میدہ صاحب تم۔ کہاں سے آرہے ہو؟''

''لال چوک گیا تھا۔ وہیں سے آرہا ہوں۔''

''اب کہاں جارہے ہو؟''

''تمہارے پاس ہی آرہا تھا۔ اچھا ہوا تم یہیں پر مل گئے۔ وہ میرا چاند سلام دین کیسا ہے؟''

غلاما کی آنکھیں بھر آئیں اور وہ رندھی ہوئی آواز میں بولا۔''لالہ......''

''کیا ہوا میری جان......؟'' اس نے گھبرا کے پوچھا۔

''لالہ بہت دکھی اور پریشان ہے میدہ صاحب۔ وہ میم اسے دغا دے کر چلی گئی......''

اس کا اتنا کہنا تھا کہ محی الدین کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا۔''خس کم جہاں پاک ہوگیا۔''

''یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟'' اس نے ناگواری سے پوچھا۔

''برا مت ماننا میری جان۔ وہ لڑکی تمہارے بھائی کے لائق نہ تھی۔ ایسی کھلی ڈھلی لڑکیاں دوست بن کر اچھی ہیں بیوی بن کر نہیں۔''

''اب وہ جو بھی تھی، جیسی بھی تھی، لالہ اس سے پیار کرنے لگا تھا۔ اس کے چلے جانے

کے بعد لالہ کا دل ٹوٹ کے رہ گیا ہے۔"

"میری جان۔ ہمیں ٹوٹے دلوں کو جوڑنا اچھی طرح آتا ہے۔ ایسی پری سنبھال کے رکھی ہے میں نے اپنے چاند کے لیے کہ اس فرینگن کو وہ یوں......" اس نے دوبارہ چٹکی بجاتے ہوئے کہا۔ "یوں بھول جائے گا۔"

"وہ پری ہے کون؟" غلاما نے مضطرب ہو کے پوچھا۔

"میری پیٹ پر لات کیوں مارنا چاہتے ہو۔ اگر ابھی سے میں نے اپنے سارے پتے کھول دیے تو پھر آگے کیا کروں گا میں۔ تم لوگ تو بعد میں بھولے سے بھی یاد نہیں کرو گے مجھے......"

"ایسے کم ظرف نہیں ہیں ہم میدہ صاحبا......"

"کم ظرف تو ایک ہی ہے......" اس نے سولہ ککرو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہ بیٹھا ہے موا اپنے چیلے چانٹوں کے ساتھ۔"

غلاما کھولنے لگا۔

"یہ ساری آگ اسی کی لگائی ہوئی ہے۔" وہ اس کی طرف قہر آلودہ نگاہوں سے دیکھ کر بولا۔

"ایک دن یہ موا اپنی ہی لگائی آگ میں جل جائے گا۔ کیڑے پڑیں گے اس کے بدن میں۔ ایسی موت مرے گا کہ دو گز کفن بھی نصیب نہیں ہوگا اسے۔ وہ کہتے ہیں نا کہ مر گیا مردود، جس کا فاتحہ نہ درود۔ ایسی ہی موت مرے گا یہ۔"

"اس خبیث کا نام لے کر اپنا منہ خراب مت کرو۔ آؤ۔"

وہ اسے لے کر شکارے میں بیٹھ گیا۔ محی الدین غلاما کے پہلو میں اسے کس کر پکڑ کے بیٹھ گیا۔ اس نے شکارے والے سے بڑی نزاکت بھرے انداز سے کہا۔

"اے بھائی شکارے کو شکارے کی طرح چلانا۔ جہاز کی طرح مت چلانا......"

غلاما لاکھ کوشش کے باوجود اپنی ہنسی روک نہ پایا۔

"تم شکارے میں بیٹھنے سے ڈرتے ہو میدہ صاحبا؟" اس نے ہنستے ہنستے پوچھا۔

"مجھے پانی سے بہت ڈر لگتا ہے۔ اگر میں کہیں پانی میں گر گیا تو میں کیا کروں، مجھے تیرنا بھی نہیں آتا۔" اس نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔

اتنے میں ایک موٹر لاوَنچ وہاں سے گذرا۔ پانی میں تلاطم مچ گیا۔ پانی کی اچھالوں سے کشتی ڈانواڈول ہونے لگی۔ محی الدین ایک چیخ مار کر غلاما سے لپٹ گیا۔

''ستیاناس ہو اس اِگن بوٹ والے کا، دیکھ کے نہیں چلاتے۔ میرے سینے پر ہاتھ رکھ کے دیکھ۔'' اس نے غلاما کا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ دیا۔ ''دیکھ میرا ننھا سے دل کتنی زور سے دھڑک رہا ہے......''

واقعی اس کا دل بڑی زور سے دھڑک رہا تھا۔



سلام دین ہاؤس بوٹ کے ڈرائنگ روم میں ایک صوفے پر بیٹھا اپنی کھوئی ہوئی محبت کا ماتم منا رہا تھا کہ اسی بیچ غلاما محی الدین کے ساتھ اندر گیا۔ سلام دین نے مسکرانے کی ایک ناکام کوشش ضرور کی پر وہ مسکراہٹ غم کے گلیاروں سے باہر آ ہی نہ سکی۔ محی الدین نے سلام دین کو دیکھ کر کہا۔

''چاند کے چہرے پر یہ بدلی کیسی؟''

''وہ کیا ہے محی الدین کہ خوشی مجھے بھاتی نہیں۔ غم اور اداسی ہی میرا مقدر ہے۔'' وہ ایک ٹھنڈی آہ بھر کر بولا۔

''یہ تم سے کس نے کہا کہ غم اور اداسی ہی تیرا مقدر ہے۔ ارے ایک ہنستی، مسکراتی زندگی تمہارے لیے باہیں پسارے کھڑی ہے میری جان۔ ایسا ٹانکا جما کے رکھا ہے میں نے کہ نام بتا دوں تو ابھی سے جھومنے لگو گے۔ اب یہ رونا دھونا چھوڑ کر میرے ساتھ دنیاداری کی باتیں کرو......''

''دنیاداری سے پہلے چائے ہو جائے تو کیسا رہے گا۔؟'' غلاما نے شوخیانہ انداز میں محی الدین سے پوچھا۔

''نیکی اور پوچھ پوچھ......''

''آپ لوگ باتیں کرو۔ میں جا کر سلمہ کو بول کے آتا ہوں۔''

وہ جوں ہی چلا گیا تو محی الدین، سلام دین کو سمجھاتے ہوئے بولا۔

''منہ سے اگلی تھوک کوئی دوبارہ نہیں چاٹتا۔ جو لڑکی تم سے بے وفائی کر کے چلی گئی اسے یاد کرنے کا کیا فائدہ۔ کل کو اگر وہ لوٹ کے بھی آئے تو میں یہی کہوں گا کہ اب وہ بھروسے کے قابل نہ رہی۔ میں نے تمہارے لیے کب سے لڑکی پسند کر کے رکھی ہے۔ وہ دل ہی دل میں تم سے

پیار بھی کرتی ہے۔''

''پیار پر سے میرا اعتبار اٹھ گیا۔ اب میں ساری زندگی کنوارا رہنا پسند کروں گا۔''

''ہائے، ہائے! کیسی دل جلی باتیں کرتا ہے میرا چاند، ساری لڑکیاں ایک جیسی نہیں ہوتیں۔ ویسے بھی فرینگی لڑکیاں ہرجائی ہوتی ہیں۔ آج ایک سے دل لگایا کل دوسرے سے۔''

''دل لگانے کے لیے کیا میں ہی رہ گیا تھا؟''

''تم سے نہیں لگاتی تو کیا مجھ سے لگاتی۔ خیر جانے دو اسے، وہ کہتے ہیں نا کل کی بات کل کے ساتھ۔ آج کی بات اپنے ہاتھ۔ آج کی بات کرو میرے چاند۔ آج کی بات کرو۔''

''آج کی بات یہی ہے کہ سلمہ کے لیے کوئی نیک سالڑکا ڈھونڈو۔''

''اور تمہارے لیے؟''

''میں نے کہہ دیا نا کہ میں اب شادی نہیں کروں گا۔'' وہ فیصلہ کن لہجے میں بولا۔

''کیسے نہیں کرو گے۔'' وہ سختی سے بولا۔ ''ایسے تھوڑے ہی چھوٹنے دوں گا میں۔ سنو۔ ایک راز کی بات بتاتا ہوں۔ راجی تم سے دل ہی دل میں پیار کرنے لگی ہے۔ شاید یہ اس کی دعاؤں کا اثر ہے جو وہ انگریزی بلا یہاں سے ٹل گئی۔''

''مگر وہ اس کا بھائی......؟''

''ارے وہ بھائی ہے۔ وہ تو کم بخت قصائی ہے قصائی۔ تو اس کی چنتا مت کر۔ اسے میں منالوں گا۔ تو لڑکی کو دیکھ۔ مصری کی ڈلی ہے قسم سے مصری کی ڈلی۔ زندگی سنور جائے گی تمہاری۔''

''دیکھو محی الدین مجھے اپنی شادی بیاہ کے سلسلے میں اب کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں نے پہلے بھی منع کیا تھا، پر تم لوگ نہ مانے۔ لٹھ لے کے میرے پیچھے پڑ گئے۔ اس کے بعد جو کچھ بھی ہوا اس کا انجام تم سب کے سامنے ہے۔ اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں اب شادی نہیں کروں گا۔ وہ چاہے راجی ہو یا کوئی اور......''

''سنو۔ جتنا تم نے کہنا تھا اتنا تو کہہ دیا نا تم نے۔ اب آگے کچھ نہ کہو تو اچھا ہے۔ اب مجھے میرا کام کرنے دو۔ تمہیں پتہ ہے کہ تمہارے پیچھے وہ سولہ ککرو مردار کیا کہتا تھا۔ کہتا تھا کہ اس بے وقوف کے ساتھ کون شادی کرے گا۔ میں اسے دکھانا چاہتا ہوں کہ بے وقوف کون ہے۔ میں نے اس سولہ ککرو کا منہ کالا نہ کر دیا تو میرا نام بھی محی الدین نہیں......''

اتنے میں سلمہ چائے لے کر آ گئی۔ غلاما اس کے پیچھے پیچھے ایک ٹرے میں بسکٹ اور روٹیاں لے کر آ گیا۔

وہ سب لوگ بیٹھ کر چائے پینے لگے۔



ماریا چرس بھرا ایک سگریٹ پی کر یوں پڑ گئی جیسے وہ بے سدھ ہو چکی ہو۔ امین اور سولہ ٹکرو اسے کمرے میں اکیلا چھوڑ کر باہر آ گئے۔ باہر آ کے امین نے ایک سگریٹ سلگایا اور اس کے دو چار کش لے کر باپ کی طرف سگریٹ بڑھا کر بولا۔

''لو ابا...... دم لگا لو......!''

''اس میں مصالحہ بھرا ہے کیا؟''

''ہاں تھوڑا سا۔ دو کش لگا لو گے تو تمہارے چودہ طبق روشن ہو جائیں گے......''

سولہ ٹکرو پہ تو پہلے سے ہی نشے کی سی کیفیت طاری تھی۔ اس نے دو چار کش کیا لگائے کہ وہ سچ مچ جھومنے لگا۔

''مزا آ گیا......'' وہ جھومتے ہوئے بولا۔

''آ گیا نا مزا......'' امین خوش ہو کے بولا۔ ''اب مجھے بتاؤ کہ تم نے اس میم کو ایسی کون سی گولی کھلا دی جو یہ سلام دین سے الگ ہو کے یہاں آ گئی......''

''سیدھی سی بات ہے بیٹا۔'' وہ لہکتے ہوئے بولا۔ ''عورت کو مرد سے جدا کرنا ہے تو اس کے لیے دوسری عورت پیدا کرو۔ عورت جس قوم کی بھی ہو، شک اور جلن کا مادہ اس کے خمیر میں ہوتا ہے۔ میں نے ایک دن بشیر ندرو کی بہن راجی کو ہاؤس بوٹ میں جاتے دیکھا کہ میرے شاطر دماغ نے ایک جال بنا......''

''وہ کیا؟''

''میں نے میم سے کہہ دیا کہ سلام دین اس کے ساتھ راجی کو بھی اپنانا چاہتا ہے۔ عورت چاہے کتنی بھی فراغ دل ہو وہ سوتن کو کبھی برداشت نہیں کر سکتی۔ میم نے میری بات کا جھٹ سے یقین کر لیا اور اس طرح وہ میرے جال میں پھنس گئی۔''

''ابا تم کتنے کمینے ہو؟''

''آخر باپ کس کا ہوں۔''

کہہ کر وہ دونوں ہنسنے لگے۔ وہ اس بات سے بے خبر تھے کہ ماریا دروازے کی بوٹ میں کھڑی ان کی باتیں سن رہی تھی۔

''اگر سلام دین کو پتا چل گیا کہ یہ سارا کیا دھرا تیرا ہے تو......؟''

''تو کیا کرے گا وہ...... اس سے پہلے میں نے تمہاری شادی اس میم سے کر ڈالنی ہوگی۔''

اچانک بیڈروم کا دروازہ دھڑ سے کھلا اور ماریا غصے سے تمتماتے ہوئے ان کے سامنے کھڑی ہوگئی۔ سولہ لکرو کا نشہ ایک پل میں ہرن ہوگیا۔ وہ یوں کھڑا رہا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ ماریا جذبات کی شدت سے کانپ رہی تھی۔ وہ چیختے ہوئے بولی۔

''تم اتنے کمینے ہو۔ یہ آج مجھے پتہ چلا۔''

سولہ لکرو کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔ وہ ایک مجرم کی طرح سر جھکائے کھڑا رہا۔ ماریا نے تہدیدی انداز میں اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

''ہم تم کو چھوڑے گا نہیں۔ ابھی ہم پولیس میں جا کر تمہارے خلاف پولیس میں Complaint درج کرائے گا......''

سولہ لکرو کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ اس سے پہلے کہ وہ ہاؤس بوٹ چھوڑ کر چلی جائے، امین پر جیسے ہسٹیریا کا دورہ پڑ گیا۔ وہ کچن کی طرف بھاگا اور وہاں سے ایک چھری اٹھا کر ماریا کی طرف بڑھا۔ ماریا ایک چیخ مار کر پیچھے ہٹ گئی۔

''بیٹا یہ کیا کر رہے ہو تم؟'' سولہ لکرو بدحواسی میں بولا۔

''میں اسے چھوڑوں گا نہیں ابا۔ اسے میرے ساتھ ہی رہنا ہوگا۔''

''بیٹا باؤلے مت بنو، اسے چھوڑ دو!''

''نا ابا نا۔ میری زندگی کا اصول ہے کہ جس چیز پر نظر رکھتا ہوں وہ یا تو میری ہو جاتی ہے یا کسی کی نہیں...... میں اسے لے کر جا رہا ہوں......''

اس نے اس کی گردن پر چاقو رکھ کر اسے باہر کی طرف گھسیٹا...... باہر فاروق شکارا لیے کھڑا تھا۔

رات گہری ہو چلی تھی۔ سولہ لگرو بے بسی کے عالم میں اپنے ہاتھ ملتا رہا۔
رات کے سناٹے کو ماریا کی چیخیں چیرتے ہوئے نکل گئیں۔

سلام دین سونے کی تیاری کر رہا تھا کہ اچانک اس نے ایک نسوانی چیخ سنی۔ اس نے کھڑکی سے باہر جھانک کے جو دیکھا تو اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ ماریا امین کی گرفت میں ایک گھائل پنچھی کی طرح پھڑ پھڑا رہی تھی۔ وہ سلام دین کو مدد کے لیے پکار رہی تھی۔ سلام دین کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ وہ کرے تو کیا کرے، اسے کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔

ماریا کی چیخیں بلند ہو رہی تھیں۔ آس پاس کے ہاؤس بوٹوں میں ایک کھلبلی سی مچ گئی۔ گل ہوئی بتیاں ایک بار پھر سے روشن ہوگئیں۔ دور سے پولیس کے موٹر لاؤنچ میں بھی کچھ حرکت ہونے لگی۔

اس سے پہلے کہ امین لکرو ماریا کی عزت لوٹ کے فرار ہو جائے۔ سلام دین نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، وہ پانی میں کود گیا، اور پھر تیرتے ہوئے وہ شکارے تک پہنچ گیا۔ جوں ہی اس نے شکارے کو تھام کر اس میں سوار ہونے کی کوشش کی امین نے ماریا کو چھوڑ کر سلام دین پر چھرے سے کئی ناکام وار کیے۔ سلام دین بچتا بچاتا کسی نہ کسی طرح امین کو قابو کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے امین کو گلے سے پکڑا اور اسے کھینچ کر پانی میں لے آیا۔ پانی میں اس نے جم کر اس کی ٹھکائی کی۔ فاروق نے اسے سلام دین کی گرفت سے چھڑانے کے لیے ہر جتن کیا، پر وہ کامیاب نہ ہوا۔

اسی بیچ پولیس پارٹی پہنچی۔ انہوں نے ماریا کو بحفاظت وہاں سے نکالا اور دونوں بھائیوں کو گرفتار کر کے انہیں لاک اَپ میں بند کر دیا۔

سلام دین نے بے مثال بہادری کا مظاہرہ کر کے ڈل میں ٹھہرے ٹورسٹوں کا دل جیت لیا۔



اگلی صبح پولیس سولہ کگرو کو ہتھکڑیاں ڈال کر جب پولیس اسٹیشن کی طرف لے جارہی تھی کہ اسی وقت محی الدین شانِ بے نیازی کے ساتھ، منی بس سے اترا اور اٹھلاتے ہوئے گھاٹ کی طرف بڑھا۔ گھاٹ کے قریب پہنچ کر جب اس سے سولہ کگرو کو مجرم کی طرح ہتھکڑی لگے پولیس کے ساتھ چلتے دیکھا تو پہلے وہ بھونچکا رہ گیا، پھر اپنے حواس یکجا کر کے وہ آگے بڑھا اور سولہ کگرو پر ایک شماتت آمیز نگاہ ڈال کر اس نے ایک پولیس والے سے پوچھا۔

''یہ تم لوگ اسے کہاں لے کے جارہے ہو؟''

''اس کے سسرال!''

''خوب خاطر کرنا اس کی۔''

''تم دیکھو تو سہی کیسی خاطر ہوگی اس کی۔''

سولہ کگرو شرم وندامت سے سر جھکائے کھڑا تھا۔ محی الدین آج دل کے سارے پھپھولے ایک ساتھ پھوڑنا چاہتا تھا۔ اس نے سولہ کگرو کی طرف غصے اور نفرت سے دیکھ کر کہا۔

''اس موئے نے سالوں سے ہم لوگوں کا جینا حرام کر دیا تھا۔ یہ جل ککڑ، ہر آدمی سے جلتا تھا۔ کسی کی خوشی اس سے دیکھی نہیں جاتی تھی۔ اس خبیث نے بے چارے سلام دین کو بہت رلایا۔ آج دیکھو اللہ نے اس کا منہ کیسے کالا کر دیا۔ وہ کہتے ہیں نا کہ پاپی چاہے جتنا بھی بچنا چاہے، ایک نہ ایک دن اس کی ناؤ بیچ منجدھار میں ڈوبتی ہے۔''

پولیس سولہ کگرو کو اپنی وین میں بٹھا کر لے گئی۔ محی الدین اس کے جانے کے بعد بھی اسے کوسنے دیتا رہا۔ اتنے میں کئی اور لوگ گھاٹ پر جمع ہو گئے۔ ان میں سے بیشتر وہ تھے جو سولہ کگرو کی کرتوتوں سے نالاں تو تھے، پر اس کے خلاف زبان کھولنے کی ہمت نہیں رکھتے تھے، کیونکہ سولہ کگرو اتنا موذی اور پاجی تھا کہ لوگ اس کے سائے سے بھی خوف کھاتے تھے۔ آج جب کہ وہ

گرفتار ہوا تھا، تو وہی لوگ جو کل تک اس کی ہاں میں ہاں ملایا کرتے تھے، آج اس کا یہ حال ہوتے دیکھ کر بغلیں بجانے لگے۔



سلام دین کے گھر پر آج جشن کا سا سماں تھا۔ آخر ہوتا بھی کیوں نہیں۔ جس شخص نے ان کے چین وسکون کو لوٹا تھا، جس نے ان کی خوشیوں پر شب خون مارا تھا، آج وہ اپنی کرنی کی سزا پا گیا تھا۔ جو کنواں اس نے سلام دین اور غلام دین کے لیے کھودا تھا، آج وہ خود اس کنوئیں میں جا کے گرا تھا۔

جہاں یہ لوگ سولہ لکرو اور اس کے بیٹوں کے انجام پر پھولے نہیں سما رہے تھے، وہیں سلام دین اداس اور افسردہ تھا۔ وہ ڈونگے میں اکیلا بیٹھا خالی خولی نظروں سے آسمان کو تک رہا تھا۔

شام کے ٹھیک چار بجے پولیس کا موٹر لاؤنچ ان کے ہاؤس بوٹ کے پاس آکے رکا۔ پولیس کو دیکھ کر غلاما، سلمہ اور محی الدین کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ سلام دین کو بلا کر لے آئیں، ہاؤس بوٹ کے دروازے کو پولیس والے زور زور سے پیٹنے لگے۔ غلام دین ہڑ بڑا کر دروازے کی طرف لپکا اور دھڑکتے دل سے دروازہ کھولا۔ سامنے ماریا کھڑی تھی۔

ماریا کو دیکھ کر غلاما کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔ وہ اس سے آنکھیں پھیر کر دوسری طرف کھڑا ہو گیا۔

ماریا آگے بڑھی۔ سامنے سے سلام دین اس کی جانب بڑھ رہا تھا۔ وہ جب سلام دین کے قریب پہنچی تو اس کے پاؤں خود بخود رک گئے۔ اس نے شرم سے نظریں جھکا کر بھرائی ہوئی آواز میں سلام دین سے کہا۔

''ہم تم سے معافی مانگنے آیا ہے۔ ہم جانتا ہے کہ تم ہم کو معاف نہیں کرے گا، پھر بھی......''

کہتے کہتے اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ کر کے گرنے لگے۔ سلمہ، غلاما اور محی الدین

اضطراب بھری نگاہوں سے کبھی ماریا کو دیکھتے رہے تو کبھی سلام دین کو۔

بہت دیر تک سلام دین بت بنا کھڑا رہا۔ ماریا مسلسل روئے جا رہی تھی۔

آخر ماریا کے آنسوؤں نے سلام دین کو پگھلا کے رکھ دیا۔ اچانک اس کا ہاتھ ماریا کی طرف بڑھا اور پھر اس نے اس ہاتھ سے ماریا کے آنسو چنتے ہوئے کہا۔

''اگر آپ نے ان آنکھوں سے ایک ساتھ اتنے سارے موتی لٹا دیئے تو میں لٹ جاؤں گا۔ برباد ہو جاؤں گا۔ یہ آنسو بڑے قیمتی ہیں میم صاحب۔ انہیں بچا کر رکھیئے......''

ماریا نے نگاہیں اٹھا کر سلام دین کی طرف دیکھا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک شوخ تبسم مچل رہا تھا۔ ماریا بھی مسکرائے بنا نہ رہ سکی۔

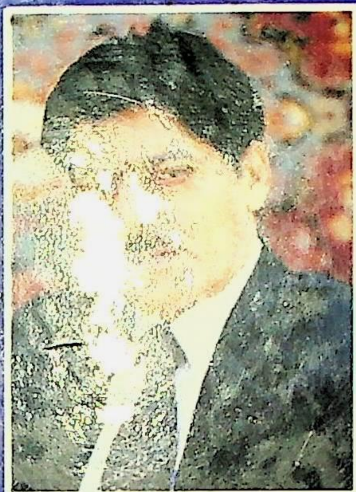
غلا ما اور سلمہ خوشی سے اچھلنے لگے۔ وہ محی الدین کو کھینچ کر ڈونگے میں لے گئے۔ ان کے جاتے ہی سلام دین نے اپنی بانہیں پھیلائیں۔ ماریا ان بانہوں میں آ کر سما گئی۔

ڈل کے اس پار بشیر چلمبی اپنی چائے کی دکان پر ٹیپ بجا رہا تھا۔ ٹیپ ریکارڈر سے یہ گانا گونج رہا تھا۔

''رندہ پوشہ مال گندنے درایہ لولو۔''

ادھر سلام دین اور ماریا پیار کی بانہوں میں جھول رہے تھے۔

ختم شد



Salam Din Ka Houseboat

By
Deepak Kanwal

ISBN-978-93-80691-70-1

Meezan Publishers & Distributors
Opp. Fire & Emergency Services HQRS Batamaloo
Srinagar-190009 Kashmir
Ph.2470851 \ Fax 0194-2457215 \ Cell: 9419002212 / 8494002212
Email: meezanpublishers@gmail.com \ @radiffmail.com